کتاب الحج

احکامات حج وعمرہ

اللہ اور رسولؐ کے احکامات کے مطابق

لیفٹیننٹ کمانڈر (ر) محسن اختر

ایم اے (فلسفہ) ایل ایل بی

اسلامک ریسرچ اکیڈمی کراچی

جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ!

کتاب احکامات حج وعمرہ (اللہ اور رسول کے احکامات کے مطابق)

مصنف لیفٹیننٹ کمانڈر محسن اختر

Email: cdrmohsin@hotmail.com

ناشر اسلامک ریسرچ اکیڈمی
ڈی-۳۵، بلاک-۵، فیڈرل بی ایریا
کراچی فون (+۹۲)۳۴۶۸۰۰۹۲۱

اشاعت جمادی الاول ۱۴۳۲ھ - اپریل ۲۰۱۱ء

حج وعمرہ کی ساعتوں میں
مصنف، پبلشر اور تمام مسلمانوں کو
اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں

اگر کوئی صاحب یا ادارہ اس کتاب کی مفت تقسیم کے لیے اشاعت کرانا چاہتا ہو تو وہ ناشر سے رجوع فرمائے۔

فہرست مضامین

تعارف ۶

باب اوّل

(۱) حج کے لیے پکار ۱۱

(۲) اصطلاحات حج وعمرہ ۱۳

باب دوئم

(۱) حج وعمرے کا حکم ۱۹

(۲) حج وعمرے کی حکمت ۱۹

(۳) حج وعمرے کے ارکان ۲۰

الف) احرام (رکن اول) ۲۰

(i) واجبات احرام ۲۰

(ii) احرام کی سنتیں ۲۰

(iii) ممنوعات احرام ۲۱

ب) طواف کعبہ (رکن دوئم) ۲۵

(i) طواف کعبہ کے واجبات ۲۵

(ii) طواف کی سنتیں ۲۵

(iii) طواف کی فضیلت ۲۶

ج) سعی صفا ومروہ (رکن سوئم) ۲۶

(i) سعی کی شرائط ۲۶

(ii) سعی کی سنتیں ۲۷

د) قیام عرفہ (رکن چہارم) ۳۰

وقوف عرفہ کے واجبات ۳۰

باب سوئم

رسالت مآب عالیجناب رسول کریمؐ کے حج وعمرے کا بیان ۳۷

(۱) قضا عمرے کی ادائگی ۳۹

(۲) قریش مکہ پر عمرے کے اثرات ۴۱

باب چہارم

جناب رسالت مآبؐ کا الوداع کعبہ اور آخری حج ۴۲

الف) تعارف وتقدس کعبہ ۴۲

ب) بیت المعمور ۴۴

ج) طواف کعبہ ۴۶

د) حجر اسود ۴۹

ہ) رکن یمانی ۵۰

و) مقام ابراہیم ۵۰

ز) صفا ومروہ کی سعی ۵۱

ح) طواف صفا ومروہ کا اجرا ۵۲

ط) حج و عمرے کا حکم ۵۳
ی) حج رسالت مآبؐ ۵۵
ک) جناب رسالت مآبؐ کے حج کا ماحاصل ۶۳

باب پنجم

فضیلت مدینہ و مسجد نبوی ۶۵
(۱) اللہ کے رسول کے لیے خوشخبریاں ۶۵
(۲) جناب رسول اللہ کا جسد مبارک و لحد مبارک ۶۵
(۳) جس سے اللہ کے رسول نے محبت فرمائی۔ ان کی صفات ۶۶
الف) مدینہ اور اس کے مکینوں سے محبت ۶۶
ب) مسجد النبوی ۶۸
ج) ام المومنین سیدہ عائشہؓ و سیدہ خدیجہؓ اور سیدہ فاطمہؓ ۶۸
د) جناب رسول اللہ کے قریب ترین ساتھی ۶۹

باب ششم

(۱) رسول اللہ پر اللہ کی برکتیں اور رحمتیں ۷۰
(۲) جناب رسول اللہ کی مکمل پیروی کا حکم ۷۰

بسم اللہ والحمد للہ والصلوٰۃ والسلام علی رسول اللہ

تعارف

الحمدللہ! بیشتر مرتبہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اس بندہ ناچیز کو حرمین شریفین کی حاضری کی سعادت عطا فرمائی۔ وہاں کی برکات سمیٹنے کے علاوہ چند مشاہدات ایسے ہوئے جن سے روحانی فیض حاصل ہوا جبکہ چند میں کیفیت ناگواری کا احساس ہوا۔ لہٰذا اس کرب کے محسوسات کو مدنظر رکھتے ہوئے چند گزارشات پیش خدمت ہیں۔

سب سے اہم بات یہ کہ بیشتر احباب بغیر غور و فکر کے عازم حج و عمرہ ہو جاتے ہیں۔ اب تو یوں لگتا ہے کہ گویا حج اور عمرہ ایک فیشن کا روپ دھار گیا ہے۔ کیونکہ بغیر سمجھ بوجھ حج یا عمرہ ایک رواج کے زمرے میں ہی تو آئے گا۔ مثلاً اکثر مردوں کا ستر ہی پوشیدہ نہیں ہوتا۔ کیونکہ بیشتر احباب اپنے احرام کی چادر زیر ناف باندھتے ہیں اور چند خواتین کو حجاب اوڑھنا صحیح طور پر نہیں آتا اور ان کے بال اور جسم کے کچھ حصے نمایاں ہو جاتے ہیں۔ یہ اس وجہ سے ہوتا ہے کہ ایسے لوگ احرام کی اہمیت ہی نہیں جانتے اور انکی ستر کے بارے میں بھی چنداں علم نہیں ہوتا اور وہ احرام کے واجبات سے آگاہ نہیں ہوتے۔

دیکھنے میں آتا ہے کہ حاجی طواف کعبہ اور سعی صفا و مروہ کے دوران ٹیلی فون کا استعمال کرتے ہیں۔ تصاویر لیتے ہیں۔ [illegible] کرتے ہیں اور ایک دوسرے سے سبقت لیجانے کی کوشش کرتے ہیں۔ مزید یہ کہ حجر اسود کو بوسہ دینے کے لیے بہت زیادہ طاقت کا مظاہرہ کرتے ہیں اور اس پر فخر بھی محسوس کرتے ہیں۔ دیگر یہ کہ دوران طواف کعبہ کی دیوار کو چھونے اور بوسہ دینے کی کوشش میں دوسرے حاجیوں کا راستہ روکتے ہیں۔ یہ تمام امور دوسروں کے لیے ناگواری کا سبب بنتے ہیں جو قطعی طور پر درست نہیں۔ چنانچہ احباب کو اس

امر کا خاص خیال رکھنا چاہیے کہ ان کی چھوٹی سی غلطی اور بیوقوفی حج کو پامال کرنے کا باعث بن سکتی ہے۔

ایک اور خاص بات یہ کہ مقام ابراہیمؑ پر جہاں جناب خلیلؑ کے نشان والا پتھر رکھا ہوا ہے، لوگ اس شوکیس کی جالی کو ہاتھ لگا کر چومنا سعادت سمجھتے ہیں، جو صحیح نہیں۔ ہاں انکے نشان والا پتھر تو ضرور دیکھنا چاہیے۔ لیکن حقیقت میں تو اس جگہ کے نزدیک نفل ادا کرنا اللہ تعالیٰ کا حکم ہے جس کی احتیاط لازم ہے۔

ان چند مشاہدات کی وجہ سے یہ مناسب سمجھا گیا کہ آگاہی حج و عمرہ کے سلسلہ میں ایک کتابچہ تحریر کیا جائے، جس میں حج و عمرہ کے علاوہ ان کے مقاصد اور فلسفہ و تاریخ کے بارے میں بھی بیان کیا جائے اور سب سے بڑھ کر عالیجناب رسول کریم ﷺ کے عمرہ و حج کا بیان بھی کر دیا جائے تاکہ احباب سند کے طور پر اس طریقے پر حج و عمرہ کر کے اللہ تعالیٰ کے احکامات اور اس کے محبوب رسول ﷺ کی سنت پر عمل پیرا ہونے کی سعادت حاصل کر سکیں۔ ایسی صورت میں وہ حج و عمرے کی برکات اور فیوض حاصل کر سکیں گے اور حتی الامکان کوشش کریں گے کہ اپنے مالک حقیقی کو راضی کرنے کا موقع نہ گنوا دیں۔ کیونکہ حقیقت میں حج و عمرہ کا مقصد ہی اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنا ہے۔ یہاں اس کی تفصیل بیان کرنا تو ممکن نہیں، اس لیے میں یہاں جناب جنید بغدادیؒ کی حکایت گوش گزار کرنا چاہتا ہوں، جس میں حج کی حقیقت، اہمیت اور مقصد کو واضح الفاظ میں بیان کیا گیا ہے۔ ان شاء اللہ حج و عمرہ کے زائرین اس حکایت کے مطالعہ سے ضرور مستفید ہوں گے اور حج کے فیوض و برکات سے بھی۔

حکایت جناب جنید بغدادیؒ

کہا جاتا ہے کہ ایک شخص حج کرنے کے بعد شیخ جنید بغدادیؒ کے پاس حاضر ہوا۔ آپ نے اس سے پوچھا کہ کہاں سے آئے ہو؟ اس نے جواب دیا کہ جناب میں اللہ کے گھر کا حج کر کے آیا ہوں۔ آپ نے فرمایا: اچھا! تو تم حج کر کے آئے ہو۔ اس نے کہا جی ہاں، میں حج کر کے آیا ہوں۔ شیخ صاحب نے پوچھا: کیا تم نے حج پر جاتے ہوئے عہد کیا

تھا کہ آئندہ تم تمام گناہوں سے دور رہو گے؟ اس نے جواب دیا کہ جناب اس بارے میں تو میں نے سوچا ہی نہیں تھا۔ آپ نے فرمایا: پھر تو تم حج کے لیے نکلے ہی نہ تھے۔ اچھا تو کیا تم نے راستے میں دوران قیام یہ سوچا تھا کہ تم اللہ تعالیٰ کی قربت حاصل کرو گے؟ اس نے جواب دیا، نہیں! ایسا کوئی خیال تو میرے ذہن میں نہ تھا۔ آپ نے کہا: جب تم نے احرام زیب تن کیا تھا تو کیا اس وقت تمہارے ذہن میں تھا کہ اب تم اپنی زندگی کو اچھائیوں میں بدل دو گے؟ اس نے کہا: نہیں! ایسا تو نہیں تھا۔ آپ نے فرمایا کہ پھر تو تم نے احرام ہی نہیں پہنا۔ اچھا تو جب تم میدان عرفات میں اللہ کی بڑائی پکار رہے تھے تو کیا تم نے سوچا تھا کہ تم اللہ کی حاضری میں کھڑے ہو اور تم اللہ کی موجودگی محسوس کر رہے ہو؟ اس نے جواب میں کہا کہ ایسا کچھ نہ تھا۔ اس بات پر جناب شیخ نے جھنجلاتے ہوئے فرمایا: اچھا تو جب تم مزدلفہ کے میدان میں پہنچے تو کیا اس وقت تمہیں اپنی فضول خواہشات کے ترک کرنے کا خیال آیا؟ اس نے پھر انکار میں جواب دیا۔ آپ نے فرمایا، پھر تو تم مزدلفہ گئے ہی نہیں۔ اس کے بعد پھر سوال کیا کہ کیا تمہیں اللہ تعالیٰ کے نظام ہستی کی خوبصورتی کا احساس ہوا، جب کہ تم طواف کعبہ کر رہے تھے؟ اور جب صفا و مروہ کی سعی کر رہے تھے تو کیا تم نے اس سعی کی وجہ اور مقصد کو مدنظر رکھا تھا؟ اس نے جواب میں کہا، نہیں جناب! میں تو اس سے بالکل ناآشنا تھا۔ آپ نے فرمایا: پھر تو تم نے سعی کی ہی نہیں۔ آپ نے پھر فرمایا کہ جب تم قربانی کر رہے تھے تو کیا تم نے اپنی خودغرض خواہشات کو بھی اللہ کے لیے قربان کیا تھا؟ اس نے کہا، جناب! میں تو اس بات پر دھیان دینے میں بھی ناکام رہا۔ آپ نے فرمایا، پھر تو تم نے قربانی کی ہی نہیں۔ اچھا تو جب تم نے شیطان کو کنکریاں ماریں تو کیا تم نے عہد کیا تھا اپنے برے دوستوں اور بری خواہشات سے کنارہ کشی کا؟ اس نے پھر انکار میں جواب دیا۔ آپ نے فرمایا، پھر تم نے شیطان کو کنکریاں ہی نہیں ماریں۔ اس کے بعد آپ نے اس سے کہا: واپس جاؤ اور ایک مرتبہ پھر حج کرو، حج کے ہر رکن کے مقصد کو سمجھتے ہوئے۔ اس طرح سے کہ تمہارے حج کی چنداں مشابہت ہو جائے جناب خلیلؑ کے حج سے، جن کے ایمان اور اللہ سے اخلاص اور تابعداری کا ذکر قرآن نے کیا ہے۔

نوٹ: سورۃ نجم (۵۳) آیت (۳۷) میں فرمان رب تعالیٰ ہے کہ "ابراہیم جس نے (نہایت تابعداری کے ساتھ) اللہ کے احکامات پر عمل کیا"۔ یعنی پہلے تو اپنی زوجہ کو مع اپنے نومولود بیٹے کے مکہ کے درمیان بیابان صحرا میں چھوڑا، جہاں نہ کوئی آبادی تھی، نہ پرند، نہ چرند، نہ پانی، نہ درخت۔ یہ صرف اللہ کے حکم پر ہی تو تھا۔ اس کے بعد جب ان کا بیٹا اسماعیلؑ جوان ہوگیا تو اللہ کے حکم پر اپنے بیٹے کو اللہ کی راہ میں قربان کرنے کو تیار ہوگئے اور بیٹے کی تابعداری کا کیا کہنا، جو اللہ کی راہ میں بلاچوں وچرا قربان ہونے کے لیے تیار ہوگئے۔

لہٰذا ہر حاجی سے گزارش ہے کہ حکایتِ بالا کے مطابق بیان شدہ مقاصد ومطلوب کو اچھی طرح سے ذہن نشین کرلیا جائے اور یہ سمجھ لیا جائے کہ سفرِ حج وعمرہ کا مقصد صرف اپنے رب کو راضی کرنے کی بھرپور کوشش ہے۔ بے شک اللہ تعالیٰ اپنے مخلص بندوں کو کبھی مایوس نہیں کرتا۔

اللہ تعالیٰ کے حضور نہایت مودبانہ عرض گزارش ہے کہ وہ اپنے بندوں کے حج وعمرہ کو منظور ومقبول فرما کر ان سے راضی ہوجائے۔ بے شک اللہ سب سے زیادہ رحمان و رحیم اور کریم ہے اور اپنے بندوں سے ان کی ماؤں کی نسبت ستر (۷۰) گنا زیادہ محبت فرماتا ہے۔

والسلام

احقر العباد

محسن اختر

تلبیہ

لَبَّيْكَ اللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ،

لَبَّيْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ لَبَّيْكَ،

إِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ وَالْمُلْكَ،

لَا شَرِيْكَ لَكَ

"میں حاضر ہوں یا اللہ میں حاضر ہوں۔

تیرا کوئی شریک نہیں۔ میں حاضر ہوں۔

بے شک تمام تعریفیں اور نعمتیں تیرے لیے ہیں اور کائنات بھی تیری۔

تیرا کوئی شریک نہیں۔"

Here I am, O Allah, here I am.

Here I am, no partner do You have, here I am.

Verily all praise, favour and authority belong to You.

No partner do You have.

باب اوّل

حج کے لیے پکار

جب کعبہ کی تعمیر نو جناب ابراہیم اور جناب اسماعیل کے ہاتھوں مکمل ہو چکی تو اللہ تعالیٰ نے اپنے نہایت تابعدار بندے جناب خلیل کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کو پکاریں اس گھر کی طرف کہ وہ آئیں اور اس (کعبہ) کا طواف کریں۔ جناب ابراہیم نے عرض کیا: اے میرے رب! میری آواز لوگوں تک کیسے پہنچے گی۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "انھیں پکارو! میں تمہاری پکار کو ان تک پہنچا دوں گا"۔ یہ واقعہ قرآن حکیم کی سورۃ الحج کی آیت (۲۷ تا ۳۱) میں بیان کیا گیا ہے:

"اور پکارو انسانوں کو حج کے لیے، وہ تمہارے پاس آئیں گے (یعنی کعبہ کے حج کے لیے) پیدل اور ہر دبلے اونٹ پر۔ وہ آئیں گے، ہر دور دراز، اونچے اور گہرے راستوں پر چل کر (حج کے لیے)۔"

"تا کہ وہ گواہی دیں اپنے فائدہ کی چیزوں کو پا کر (یعنی کعبہ پہنچ کر) اور ذکر کریں اللہ کے نام مقرر کردہ دنوں میں (حج کے دنوں میں) اور ذبح کریں (قربانی کے) جانوروں کو جو ان کو اللہ نے دیے۔ پھر اس میں سے کھاؤ اور کھلاؤ مساکین کو جو مشکل حالات میں ہیں۔"

"اور انھیں چاہیے کہ مناسک حج مکمل کریں اور اپنی منتیں پوری کریں اور طواف کریں کعبہ کا جو سب سے پہلا گھر ہے۔"

"یہ (حج فرض ہے لوگوں پر اللہ کی طرف سے) اور وہ جو ان پر فرض ہے، ادا کرتے ہیں تو وہ اللہ کے ہاں مقبول ہوتے ہیں اور حلال ہیں تم پر چوپائے جو اللہ نے دیے (سوائے ان کے جو حرام ہیں) پس بتوں کو پوجنے کی شرمناک حرکت سے دور رہو اور جھوٹی باتوں سے۔"

"وہ لوگ جو اللہ کے سوا کسی اور کی پرستش نہیں کرتے اور نہ ہی اس کا کوئی شریک ٹھہراتے ہیں اور جس نے بھی اللہ کے شریک ٹھہرائے، وہ ایسا ہے کہ گویا آسمان سے گر پڑا اور اسے مردار خور پرندوں نے کھالیا ہو یا تیز و تند ہوائے اسے کہیں دور پھینک دیا ہو۔"

پس تمام حاجی جناب خلیل اللہ کی پکار کا جواب دے رہے ہوتے ہیں یعنی حقیقت میں وہ اللہ کے حکم کے مطابق سفر حج اختیار کر رہے ہوتے ہیں۔ کیونکہ جناب خلیل نے بھی تو اللہ کے حکم سے ہی انھیں پکارا تھا۔ اس پکار کا جواب درج ذیل الفاظ میں دیا جاتا ہے:

لَبَّيْكَ اللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ، لَبَّيْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ لَبَّيْكَ،
اِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ وَالْمُلْكَ، لَا شَرِيْكَ لَكَ

"میں حاضر ہوں یا اللہ میں حاضر ہوں۔ تیرا کوئی شریک نہیں۔ میں حاضر ہوں۔ بے شک تمام تعریفیں اور نعمتیں تیرے لیے ہیں اور کائنات بھی تیری۔ تیرا کوئی شریک نہیں۔"

حاجیوں کا یہ جواب ایک ترانے کی حیثیت رکھتا ہے جسے تلبیہ کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس جواب کو بے حد پسند فرماتے ہیں۔ اس سلسلے میں سورۃ البقرۃ کی آیت (۱۸۶) میں فرمایا گیا ہے:

"اے نبی! اور جب میرے بندے میرے متعلق تم سے پوچھیں تو پھر کہو، بے شک میں قریب ہوں (ان کے) اور قبول کرتا ہوں ان کی دعائیں جب وہ مجھ سے مانگتے ہیں۔ اس لیے انھیں میرا حکم ماننا چاہیے اور مجھ پر ایمان لائیں تاکہ وہ نیک راہ پر آ سکیں۔"

اس کے علاوہ جناب سہل بن سعدؓ سے روایت ہے کہ نبی جناب رسول کریمؐ نے فرمایا:

"جب کوئی مسلمان تلبیہ پکارتا ہے تو تمام چیزیں، ہر پتھر، ہر درخت یا ہر کنکر جو اُن کے دائیں یا بائیں ہوتا ہے، اُس کے ساتھ تلبیہ پکارتا ہے یہاں تک کہ تمام زمین اس کے ساتھ پکارتی ہے۔" (ترمذی، ابن ماجہ، الحاکم)

اصطلاحات حج و عمرہ

۱۔ عمرہ: کعبہ تک پہنچنے کے لیے حالتِ احرام میں حدودِ مکہ میں داخل ہونا اور کعبہ کے گرد ایک ساتھ سات چکر لگانا، مقامِ ابراہیم کے پاس نفل پڑھنا، صفا و مروہ کی پہاڑیوں کے درمیان ایک ساتھ چکر لگانا اور پھر آخر میں بال منڈوانا یا کتروا کے حالتِ احرام سے باہر آ جانا، عمرہ کہلاتا ہے۔

۲۔ حج: زندگی میں کم از کم ایک مرتبہ ہر شخص کو، جو اس کی استطاعت رکھتا ہو، حج کرنا فرض ہے۔ حج کے مناسک عمرے کے مناسک کے بعد قیامِ عرفات کے مناسک ادا کرنا ہیں۔ جو ۸ سے ۱۲ یا ۱۳ تاریخ تک ذوالحج کے مہینے میں ہوتے ہیں۔

۳۔ حج مبرور: گناہوں سے پاک اور اچھائیوں سے بھرپور حج۔

۴۔ حج افراد: عمرہ کے بغیر صرف حج کرنا۔

۵۔ حج قران: ایک ہی احرام میں عمرہ و حج کرنا۔

۶۔ حج تمتع: عمرہ اور حج علیحدہ علیحدہ احرام میں کرنا۔

۷۔ احرام: حاجی کے مروجہ لباس کو احرام کہتے ہیں۔ مردوں کے لیے دو سفید بغیر سلی چادریں، جبکہ خواتین کے لیے ان کے روزمرہ کا لباس۔ اس لباس میں مردوں کا سر اور منہ کھلا رہتا ہے جبکہ خواتین کے ہاتھ اور چہرہ کھلا رہنا چاہیے۔ احرام زیبِ تن کرنے کے بعد محرم کے لیے چند حلال باتیں حرام ہو جاتی ہیں۔ مثلاً کسی کو تکلیف پہنچانا، لڑائی جھگڑا کرنا، غیر اخلاقی گفتگو کرنا، حدودِ حرم میں شکار کرنا، کسی درخت، پودے یا جاندار کو نقصان پہنچانا۔ حتیٰ کہ گھاس کی پتی تک توڑنا منع ہے۔ بال نوچنا یا توڑنا، ناخن کاٹنا یا چبانا، خوشبو کا استعمال کرنا، مکھی مچھر جوئیں مارنا وغیرہ سب ناجائز ہیں اور احرام کی خلاف ورزی ہے۔

۸۔ ستر: ستر کا مطلب ہے جسم کے کچھ حصوں کو لازمی چھپانا یعنی ان کا پردہ رکھنا۔ چنانچہ مردوں کے لیے ناف سے لے کر گھٹنوں تک ستر ہے۔ جبکہ خواتین کے لیے چہرہ، ہاتھ اور پاؤں کے علاوہ تمام جسم ستر ہے اور ستر کے حصے کا لباس میں نمایاں ہونا بھی غلط ہے۔

۹۔ تلبیہ: تلبیہ کا بیان اس سے قبل آ چکا ہے۔ حج اور عمرہ کرنے والے احرام کے ساتھ تلبیہ شروع کر دیں۔ عمرہ والے طواف شروع کرنے سے پہلے تلبیہ کہنا چھوڑ دیں۔ جبکہ حج کرنے والے شیطان کو کنکریاں مارنے سے پہلے تلبیہ کہنا قطع کر دیں۔

۱۰۔ میقات: وہ مقام یا جگہ میقات کہلاتی ہے جہاں سے حدودِ حرم مکہ شروع یا ختم ہو جاتی ہے۔ اگر دیکھیں تو پتا چلتا ہے کہ کعبہ اور پھر مکہ کے گرد دائرہ ایک انڈے نما حلقہ قائم کر دیا گیا ہے جس کے اندر کی تمام حدود کو کعبہ کی وجہ سے حرمت کا درجہ دے دیا گیا ہے۔ بے شک یہ حرمت اللہ تعالیٰ نے اپنے قائم مقام گھر کی وجہ سے قائم فرمائی ہے اور جس کی نشاندہی عالی جناب رسول اللہ نے فرمائی۔ اس لیے حاجیوں پر یہ لازم کر دیا گیا ہے کہ وہ جب بھی بیت اللہ کے لیے سفر کریں تو میقات سے پہلے ہی حالتِ احرام میں آ جائیں اور حج یا عمرہ یا دونوں کے لیے نیت بھی کر لیں۔ عالی جناب رسول اللہ نے درج ذیل مقامات کو میقات مقرر کیا ہے۔

i۔ شام کی طرف سے آنے والوں کے لیے مقام الجحفہ

ii۔ عراق کی طرف سے آنے والوں کے لیے مقام ذاتِ عرق

iii۔ مدینہ کی طرف سے آنے والوں کے لیے مقام ذوالحلیفہ

iv۔ نجد کی طرف سے آنے والوں کے لیے مقام قرن المنازل

v۔ یمن کی طرف سے آنے والوں کے لیے مقام یلملم

vi۔ طائف کی طرف سے آنے والوں کے لیے مقام جعرانہ اور

vii۔ مکہ کے مکینوں کے لیے ہے مسجد عائشہ

۱۱۔ طواف: کعبہ کے گرد ایک ہی وقت میں اللہ کی حمد و ثنا کرتے ہوئے سات مرتبہ چکر لگانے کو طوافِ کعبہ کہتے ہیں۔ اس کی اقسام درج ذیل ہیں۔

i- طوافِ قدوم: مکہ میں داخل ہونے کے بعد پہلے طوافِ کعبہ کو طوافِ قدوم یا طوافِ تحیہ کہتے ہیں۔

ii- طوافِ زیارہ: عرفات سے واپسی پر قربانی اور بال کٹوانے کے بعد ایک لازمی

طواف کیا جاتا ہے۔ اسے طواف زیارہ یا افاضہ کہتے ہیں۔

iii- جب حاجی مکہ سے واپسی اختیار کرتے ہیں تو روانہ ہونے سے قبل الوداعی طواف کیا جاتا ہے۔ جسے طواف وداع کہتے ہیں۔

۱۲۔ رکن یمانی: غلطی سے اسے رکن یمنی بھی کہا جاتا ہے۔ کیونکہ یہ کونہ یمن کی طرف رُخ رکھتا ہے۔ حقیقت میں یہ کعبہ کا کونہ لفظ 'یمین' سے ماخوذ ہے، جس کا مطلب ہے سیدھے ہاتھ والا یعنی جو اچھائی کا اظہار کرے۔ جیسا کہ سورۃ الواقعہ میں کہا گیا ہے "واصحاب الیمین" یعنی دائیں ہاتھ والے یعنی اچھے لوگ۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جناب جبرئیل نے جناب ابراہیم خلیلؑ پر اس کونے کی بنیاد کعبہ کو ظاہر کیا تھا جہاں سے جناب خلیلؑ نے کعبہ کی تعمیر شروع کی تھی۔ لہٰذا اس وجہ سے اس کا استلام کرنا سنت نبویؐ ہے۔

۱۳۔ حجر اسود: کعبہ کے دروازے کے دائیں اور رکن یمانی کے متوازی کونے میں (جسے رکن اسود بھی کہتے ہیں) ایک سیاہ پتھر جناب خلیلؑ نے لگایا تھا۔ بالکل اس کے سامنے سے طواف شروع کیا جاتا ہے اور یہیں مکمل ہوتا ہے۔ طواف شروع کرنے سے پہلے اس پتھر کو بوسہ دینا سنت ہے۔ اگر ایسا ممکن نہ ہو تو استلام کر لینا چاہیے۔

۱۴۔ استلام: حجر اسود کو ہاتھ کے اشارے سے چومنے کو استلام کہتے ہیں۔

۱۵۔ حطیم: کعبہ کی عمارت کے شمال مغربی حصہ کے باہر نیم دائرے کی شکل میں ایک دیوار بنی ہوئی ہے۔ اس دیوار کے اندر کا حصہ دراصل کعبہ کا ہی حصہ ہے۔ جس پر کسی وجہ سے چھت نہیں ڈالی جا سکی اور یہ باہر رہی ہی معلوم ہوتا ہے۔ اس حصہ کو حطیم کہا جاتا ہے۔ جس کے اندر صلوٰۃ ادا کرنا ایسا ہی ہے جیسا کہ کعبہ کے اندر صلوٰۃ ادا کی۔ اس طرح سے ہر شخص کو کعبہ میں عبادت کرنے کا موقع مل جاتا ہے۔

۱۶۔ ملتزم: کعبہ کے دروازے یعنی چوکھٹ اور حجر اسود تک کی دیوار ملتزم کہلاتی ہے۔ اس جگہ پر عالی جناب رسول اکرمؐ دونوں ہاتھ پھیلا کر چپک جاتے اور اپنے رب کے سامنے گریہ کرتے۔ بے شک یہ مقام قبولیت ہے۔

۱۷۔ مقام ابراہیم: حطیم کے تقریباً سامنے ایک جالی دار شوکیس رکھا ہوا ہے۔ جس میں وہ پتھر محفوظ ہے جس پر کھڑے ہو کر جناب خلیلؑ نے اپنے بیٹے اسمٰعیلؑ کی مدد سے تعمیر کعبہ کی تھی۔ اس پتھر پر جناب خلیلؑ کے پاؤں مبارک نور نبوت کے جلال سے پیوست ہو گئے تھے۔ یہ نشانات قابل غور ہیں اور دیکھے جا سکتے ہیں۔ اسی جگہ کو مقام ابراہیم کہا جاتا ہے اور یہاں نفل ادا کرنے کا حکم ہے۔

۱۸۔ رمل: مکہ وارد ہونے کے بعد طواف اول کے پہلے تین چکروں میں اکڑتے ہوئے پہلوانی چال کو رمل کہتے ہیں۔

۱۹۔ اضطباع: احرام کی چادر سے دائیں کندھے کو ننگا رکھنے کو اضطباع کہتے ہیں۔ اور یہ سنتِ نبوی ہے۔

۲۰۔ سعی: اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے ہوئے صفا سے مروہ اور پھر صفا تک سات مرتبہ آنے جانے کو کہتے ہیں۔ یہ بی بی ہاجرہ کی سنت کو دہرانا ہے۔

۲۱۔ وادی منیٰ، مزدلفہ اور عرفات۔ یہ تینوں وادیاں مکہ سے جنوب مشرق کی طرف ہیں۔ جہاں ۸ تا ۱۲ یا ۱۳ ذوالحج تک مناسک حج ادا کیے جاتے ہیں۔

۲۲۔ جبل رحمت: میدان عرفات میں ایک ٹیلہ ہے۔ جس کے ساتھ ہی جناب رحمۃ للعالمین نے خطبۂ حج ارشاد فرمایا تھا۔

۲۳۔ مسجد نمرہ: یہ مسجد میدان عرفات میں واقع ہے جس کا ایک تھوڑا سا کونہ عرفات سے باہر ہے۔ یہاں پر خطبۂ حج دیا جاتا ہے۔ اور ظہر و عصر کی قصر نمازیں علیحدہ علیحدہ اقامت میں ایک ساتھ پڑھائی جاتی ہیں۔

۲۴۔ وادی محسر: مزدلفہ اور منیٰ کے راستے میں یہ وادی آتی ہے۔ یہاں پر ابرہا اپنے ہاتھی والے لشکر کے ساتھ قیام پذیر ہوا تھا۔ چونکہ وہ کعبہ کو مسمار کرنے کی غرض سے آیا تھا، چنانچہ کعبہ کے مالک نے اسے عذاب سے دوچار کر کے برباد کر دیا۔ جناب رسول اللہ نے ایسی کسی بھی جگہ پر قیام کرنے یا وہاں سے گزرنے سے منع فرمایا ہے۔ اگر مجبوراً ایسی یعنی عذاب والی جگہ سے گزرنا ناگزیر ہو تو توبہ کرتے ہوئے جلدی سے گزر

جائیں۔ فی زمانہ اس وادی کے گرد اگرد ایک خاردار باڑ لگا دی گئی ہے تا کہ وہاں سے
کوئی شخص نہ گزر سکے۔

۲۵۔ یوم النحر: قربانی کا روز یعنی ذوالحج کا دسواں روز۔

۲۶۔ جمرہ عقبہ: بڑا شیطان، جہاں ابلیس نے جناب آدمؑ کو بہکایا تھا۔

۲۷۔ جمرہ وسطیٰ: درمیانہ شیطان، جہاں ابلیس نے سیدہ حاجرہؓ کو بہکایا تھا۔

۲۸۔ جمرہ صغریٰ: چھوٹا شیطان۔ یعنی جہاں شیطان نے جناب اسمٰعیلؑ کو بہکایا تھا۔

۲۹۔ حلق: سعی یا قربانی کے بعد بال منڈوانے کو کہتے ہیں۔

۳۰۔ قصر: سعی یا قربانی کے بعد بال کتروانے کو کہتے ہیں۔

۳۱۔ حاجی: جب تک کوئی فرد عمرہ یا حج کے سفر میں ہوتا ہے اور اپنے گھر واپس نہیں آ جاتا،
حاجی کہلاتا ہے۔ اس بات کا خیال رکھنا چاہیے کہ یہ کوئی ایسا اعزاز نہیں جو ہمیشہ کے
لیے نام کے ساتھ لگایا جائے۔

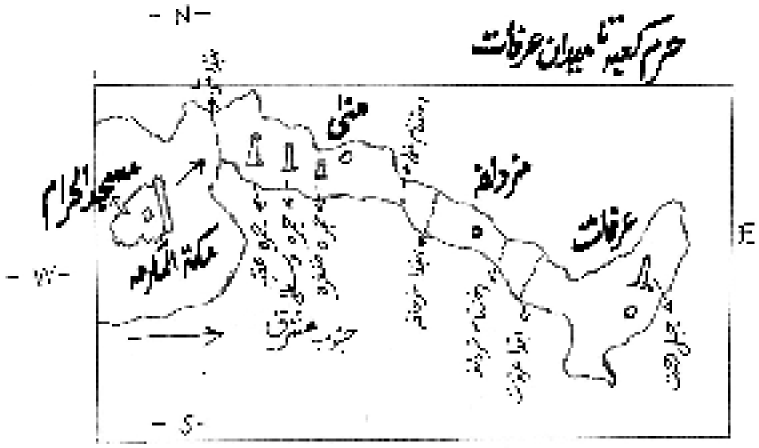

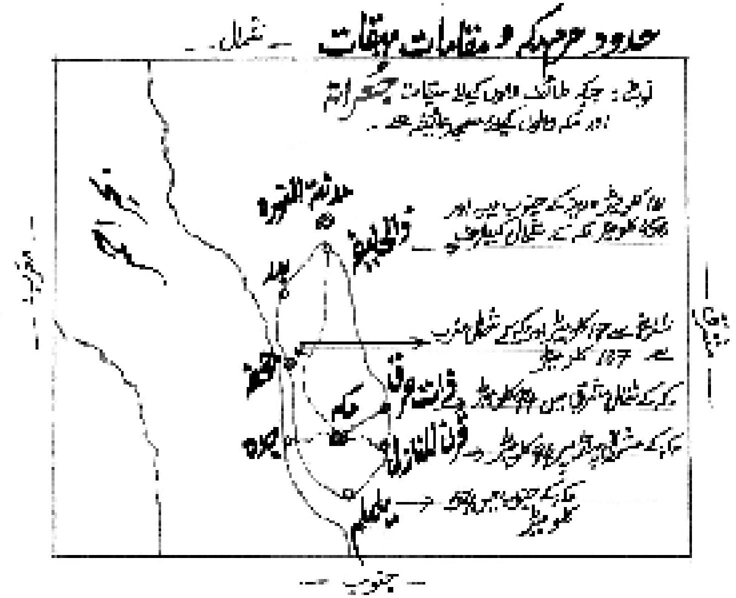

بابِ دوم

۱۔ حج اور عمرے کا حکم:

ہر عاقل بالغ عورت و مرد مسلمان کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ زندگی میں ایک مرتبہ اللہ کے گھر کا حج کرے۔ اگر اس کے پاس سفر کے اخراجات اور ان لوگوں کے لیے اخراجات ہوں جنہیں وہ گھر چھوڑ کر جائے گا۔ حج فرض ہے اس کی معافی نہیں۔ حج کا حکم سورہ بقرہ کی آیت (۱۹۶) اور سورۃ آلِ عمران کی آیت (۹۷) میں مذکور ہے۔ اس کے علاوہ امام نسائی کی ایک صحیح حدیث کے مطابق جو جناب ابوہریرہؓ سے روایت کی گئی ہے۔ جناب رسول کریمؐ کا فرمان مبارک ہے:

”حج جہاد ہے بوڑھوں، کمزوروں اور عورتوں کے لیے“۔

اس کے علاوہ صحیح بخاری و مسلم کے مطابق فرمان رسول امینؐ ہے:

”اعمال میں افضل عمل اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانا، پھر اس کے راستہ میں جہاد کرنا اور پھر گناہوں کی آلودگی سے پاک اور اچھائیوں سے بھرپور یعنی حج مبرور ادا کرنا“

سنن بیہقی و سعید بن منصور کے مطابق جناب عمر فاروقؓ کا فرمان ہے جبکہ وہ خلیفہ تھے کہ: ”میں نے ارادہ کیا ہے کہ شہروں میں اپنے آدمی بھیجوں کہ وہ ایسے لوگوں کو دیکھیں جنہوں نے وسعت کے باوجود حج نہیں کیا۔ تاکہ ان پر جزیہ لاگو کیا جائے۔ اس لیے کہ یہ لوگ مسلمان نہیں مسلمان نہیں“۔

۲۔ حج اور عمرے کی حکمت:

جب کوئی شخص اللہ کے گھر کا حج کرنے کے لیے نکلتا ہے تو وہ اپنے گھر کا آرام، اپنے کاروبار کی منفعت کی پرواہ نہ کرتے ہوئے مزید سفر حج پر اپنا مال خرچ کرتا ہے تو یہ صرف اپنے مالک کی رضا کے لیے اور اس کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے کرتا ہے۔ چنانچہ اس دوران اس کا نفس گناہوں سے پاکیزگی اور مال و دولت کی طلب سے بے پروائی اختیار کر

کے اللہ کی قربت اختیار کر لیتا ہے۔ لہٰذا وہ اپنے مالک کی محبت اور انعامات کا مستحق ہو جاتا ہے۔ صحیح مسلم کے مطابق اللہ کے رسولؐ کا فرمان مبارک ہے:

”جس شخص نے بیت اللہ کا حج کیا اور فحش باتوں اور اللہ کی نافرمانی سے اجتناب کیا تو وہ اپنے گناہوں سے اس طرح سے پاک ہو گیا گویا کہ وہ ایسا ہو گیا جیسا کہ اس دن تھا، جب اس کی ماں نے اسے جنم دیا تھا“۔ سبحان اللہ کیسا اعلیٰ انعام ہے۔

۳۔ حج و عمرے کے ارکان:

حج کے چار رکن ہیں: (i) احرام (ii) طواف (iii) سعی (iv) وقوف عرفہ۔

جبکہ پہلے تین ارکان عمرے کے لیے ہیں۔ ان میں سے کسی ایک بھی رکن کے رہ جانے کی وجہ سے نہ حج ہوگا نہ عمرہ۔ علاوہ ازیں عمرہ سال کے کسی بھی حصے میں کیا جا سکتا ہے۔ جبکہ حج سال میں صرف ایک بار ماہ ذوالحج کی مقررہ تاریخوں میں ہی کیا جا سکتا ہے۔

الف) احرام (رکنِ اوّل)

(i) واجباتِ احرام:

(1) میقات سے احرام کی حالت میں حدودِ حرم میں داخل ہونا۔

(2) احرام کے علاوہ کسی اور لباس کا استعمال نہ کرنا۔

(3) خواتین کا اپنا چہرہ اور ہاتھ کھلے رکھنا جبکہ مردوں کا اپنا سر اور چہرہ کھلا رکھنا۔

(4) احرام باندھنے کے بعد تلبیہ کا پڑھتے رہنا۔

ان واجبات میں سے اگر کسی ایک کی بھی خلاف ورزی ہو جائے تو دَم واجب ہو جاتا ہے۔ یعنی ایک بھیڑ یا بکری کی قربانی بطور فدیہ کرنی پڑتی ہے۔ اگر یہ ممکن نہ ہو تو پھر دس روزے رکھنے ہوں گے۔

(ii) احرام کی سنتیں:

یہ اعمال ایسے ہیں جن کے رہ جانے سے کوئی فدیہ یا جرمانہ لاگو نہیں ہوتا۔ لیکن یاد رہے کہ عالی جناب رسول اللہ کی سنت سے محرومی ہو جاتی ہے۔ جبکہ آپؐ کی تقلید باعثِ برکت و رحمت ہے اور محرومی کسی بڑے نقصان سے کم نہیں۔

۱) صحیح مسلم کے مطابق احرام زیب تن کرنے سے پہلے ناخن تراشنا، غیر ضروری بال صاف کرنا اور پھر اچھی طرح سے غسل کرنا۔ خواتین بھی ہر حال میں غسل کریں۔ یعنی ایام کے دوران بھی۔

۲) احرام کے لیے دو عدد پاک و صاف سفید چادریں مردوں کے لیے جبکہ خواتین کے لیے ایسا پاک و صاف لباس جو مکمل پردہ کرتا ہو۔ سوائے ہاتھوں اور چہرے کے۔

۳) مرد غسل کے بعد اور احرام باندھنے سے پہلے خوشبو لگائیں۔

۴) احرام پہننے کے بعد دو رکعت نفل ادا کرنا اور عمرے یا حج یا دونوں کی نیت کرنا۔

(iii) ممنوعاتِ احرام:

درج ذیل اعمال دورانِ احرام ممنوع ہیں اور ان کے سرزد ہو جانے سے دَم واجب ہو جاتا ہے یعنی بھیڑ یا بکری کی قربانی۔

۱) مردوں کے لیے سر اور خواتین کے لیے چہرے کا ڈھانکنا۔

۲) خوشبو کا استعمال کرنا اور احرام کے علاوہ کوئی اور لباس پہننا۔

۳) کسی پودے یا درخت کو نقصان پہنچانا حتیٰ کہ گھاس کی پتی تک توڑنا۔

۴) جسم کے کسی حصے کو نقصان پہنچانا۔ مثلاً بال کٹوانا یا اکھیڑنا، ناخن کاٹنا یا چبانا، پاؤں کی کھال نوچنا وغیرہ۔ کچھ لوگوں کو اس قسم کی عادت بھی ہوتی ہے، ایسے لوگ بہت زیادہ احتیاط سے کام لیں۔

۵) کسی بھی جاندار کو کسی قسم کا نقصان پہنچانا۔ حتیٰ کہ کسی مکھی، مچھر یا جوں وغیرہ کو مارنا۔ لیکن اگر کوئی موذی جانور آپ کے سامنے آ جائے جس سے جان کا خطرہ لاحق ہو مثلاً سانپ بچھو وغیرہ اسے مارنا جائز ہے۔

نوٹ: درج بالا ممنوعات کی خلاف ورزی پر فدیہ یا جرمانہ تین دن کے روزے ہیں۔ اگر یہ ممکن نہیں ہو تو چھ مساکین کو دو وقت کا کھانا کھلانا فدیہ ہوگا۔

۶) ہر قسم کا شکار کرنا ممنوع ہے۔ اس کی خلاف ورزی پر ویسا ہی جانور یا اس کے برابر یا اسی قیمت کا جانور فدیہ کرنا ہوگا۔ مثلاً ہرن کے بدلے بکرا اور فاختہ کے بدلے مرغی

وغیرہ۔ شکار کی ممانعت سورۃ مائدہ کی آیت (۹۵) میں آئی ہے۔

۷) لڑائی جھگڑا، فضول یا بیہودہ گفتگو یا گالی گلوچ وغیرہ منع ہیں۔ اور ان کی خلاف ورزی پر دَم واجب ہوتا ہے۔ ان باتوں کی ممانعت سورہ بقرہ کی آیت (۱۹۷) میں وارد ہوئی ہے۔ چنانچہ خیال رہے کہ غصے کو نہ آنے دیا جائے۔

۸) نکاح کرنا یا تجویز کرنا منع ہے۔ اس کی خلاف ورزی اگر ہو جائے تو توبہ لازم ہے لیکن جان بوجھ کر یہ حرکت کرنا گناہ ہے۔

۹) میاں بیوی کے تعلقات کا سرزد ہو جانا تو بہت بڑی خلاف ورزی ہے اور اس کا جرمانہ بھی بہت زیادہ ہے۔ لیکن خاص بات یہ ہے کہ اس فعل سے حج باطل ہو جاتا ہے اور اس کے بدلے آئندہ سال حج کرنا لازم ہوتا ہے۔ اور اس کے علاوہ ایک اونٹ کی قربانی بطور فدیہ کرنی ہوگی۔ اگر اونٹ نہ مل سکے تو پھر گائے یا سات بھیڑیں یا بکریاں۔ اور اگر یہ بھی ممکن نہ ہو سکے تو پھر اس دن کے روزے رکھے جائیں۔

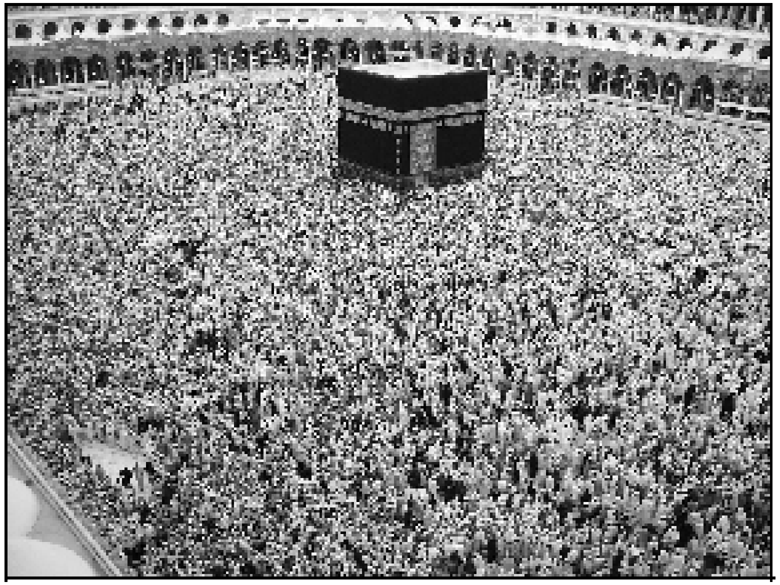

طوافِ کعبہ کا منظر

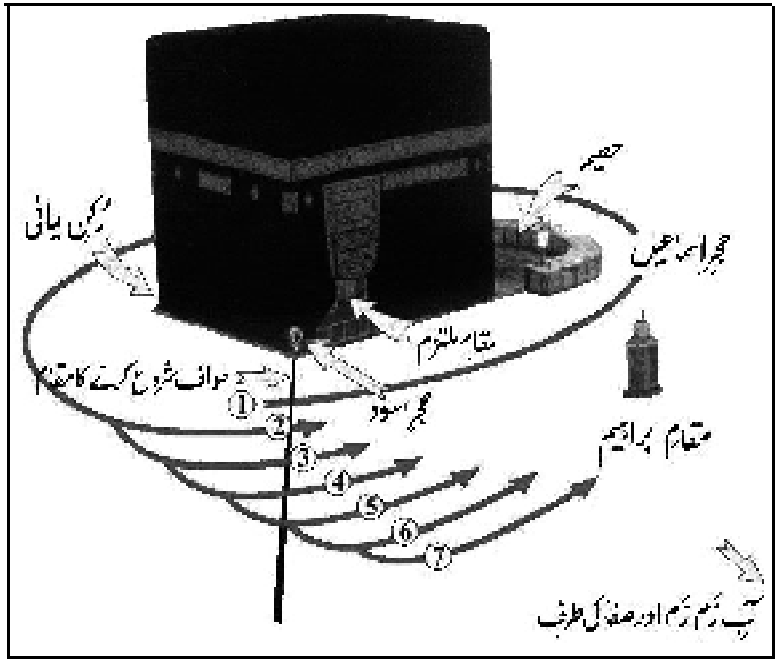

طواف کعبہ کا طریقہ

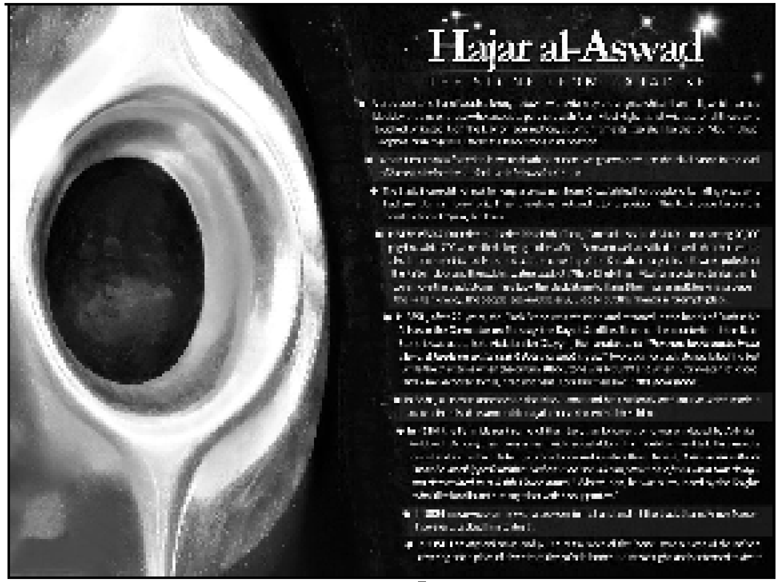

حجر اسود

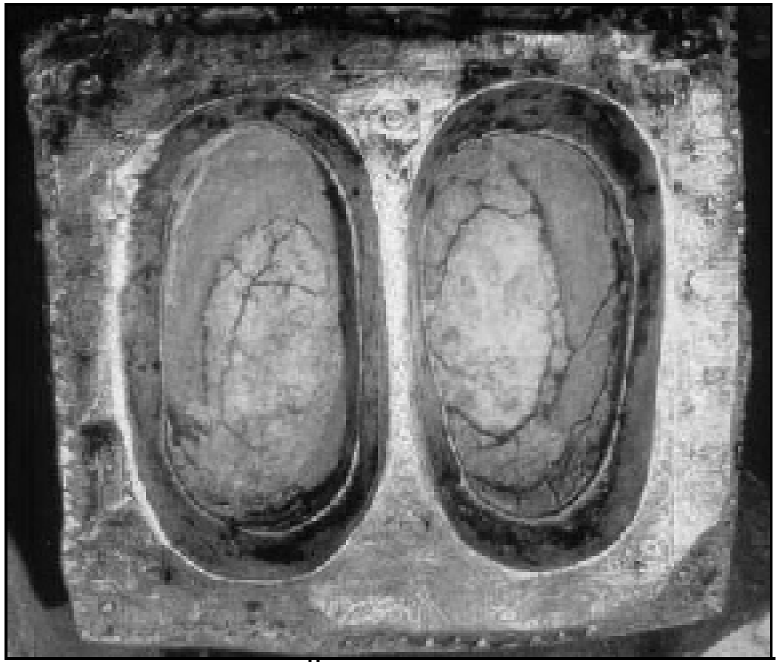

نشانات قدوم ابراہیم خلیل

سعی صفا و مروہ کا منظر

(ب) طوافِ کعبہ (رکنِ دوئم)

ایک ہی وقت میں کعبہ کے گرد اللہ تعالیٰ کی تسبیح و ذکر کرتے ہوئے مسلسل سات چکر لگانے کو طواف کہتے ہیں۔ حاجیوں کے علاوہ یا جو عمرہ یا حج کر چکے ہوں، وہ بھی اپنے عام لباس میں طواف کرتے ہیں۔ طوافِ کعبہ ایک اعلیٰ عبادت ہے۔

(i) طوافِ کعبہ کے واجبات:

۱) باوضو ہونا اور ایسے ہی رہنا جیسا کہ صلوٰۃ میں ہوتے ہیں۔ امام ترمذی کے مطابق عالیجناب رسول اللہ ﷺ کا فرمانِ مبارک ہے کہ بیت اللہ کے گرد طواف نماز کی طرح ہے۔ ان دونوں میں صرف اتنا فرق ہے کہ نماز میں گفتگو نہیں کر سکتے جبکہ طواف میں کر سکتے ہیں۔ اس لیے اگر کسی کو گفتگو کی ضرورت محسوس ہو تو اسے چاہیے کہ اچھی گفتگو ہی کرے۔

۲) طواف مسجد حرام میں ہونا شرط ہے۔

۳) طواف حجر اسود سے شروع اور وہیں پر ختم یعنی مکمل ہونا چاہیے۔

۴) طواف کرنے والے بیت اللہ کو اپنے بائیں طرف رکھیں۔

۵) طواف ایک ہی وقت میں لگاتار ہونا چاہیے۔

(ii) طواف کی سنتیں:

۱) مردوں کے لیے واجب ہے کہ وہ پہلے طواف یعنی طوافِ قدوم کے پہلے تین چکروں میں رمل کریں یعنی پہلوانی چال چلیں۔

۲) مردوں کے لیے واجب ہے کہ وہ طوافِ قدوم کے تمام چکروں میں اضطباع کریں یعنی اپنے دائیں کندھے کو ننگا رکھیں۔

۳) ہر چکر کے شروع میں حجر اسود کا بوسہ لیں اگر یہ ناممکن ہو تو پھر استلام کریں یعنی ہاتھ کے اشارے سے چومیں۔

۴) ہر چکر میں رکنِ یمانی کو چھو کر استلام کریں۔

۵) کسی بھی چکر کے لیے کوئی خاص دعا مخصوص نہیں ہے۔ بس اللہ کا ذکر کریں، اس کی بزرگی بیان کریں۔ اس کے رسول ؐ کے لیے رحمتوں کی دعا کریں۔ اپنے اور اپنے گھر والوں کے لیے، والدین اور اجداد، عزیز و اقارب، اساتذہ اور تمام مسلمانوں کی بخشش کے لیے گڑگڑا کر دعائیں کریں۔ اس کے علاوہ اپنی حاجات کے لیے بھی دعا کریں۔ نیز رکنِ یمانی سے حجر اسود کے درمیان ایک خاص دعا جو سورہ بقرہ کی آیت (۲۰۱) میں مذکور ہے، وہ دعا کرنا واجب ہے۔ دعا درج ذیل ہے:

رَبَّنَآ اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَّفِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ ۝

"اے ہمارے رب! ہمیں دنیا میں بھلائی اور آخرت میں بھی بھلائی عطا فرما اور ہمیں آگ کے عذاب سے بچا" (آمین)

اس کے علاوہ استغفار، تیسرے اور چوتھے کلمے کا ورد، درود ابراہیمی وغیرہ کو مع مطلب اچھی طرح ذہن نشین کر لیں اور ورد کریں۔

(iii) طواف کی فضیلت:

ابنِ عباسؓ سے روایت ہے کہ عالیجناب رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ ہر روز اللہ جل شانہٗ (۱۲۰) ایک سو بیس رحمتیں نازل فرماتا ہے اپنے ہر بندے پر جو اس کے گھر کا حج کر رہا ہوتا ہے۔ ان میں سے (۶۰) ساٹھ رحمتیں اس پر ہوتی ہیں جو طواف کر رہا ہوتا ہے۔ جبکہ (۴۰) چالیس رحمتیں اس پر ہوتی ہیں جو وہاں عبادت کر رہا ہوتا ہے اور (۲۰) بیس اس شخص پر جو صرف کعبہ کو دیکھ رہا ہوتا ہے۔

طواف مکمل کرنے کے بعد مقامِ ابراہیم کے پاس دو رکعت نفل ادا کرنا واجب ہے۔ اس کا حکم سورۃ بقرہ کی آیت (۱۲۵) میں آیا ہے۔

(ج) سعی صفا و مروہ (رکنِ سوئم)

ابنِ ماجہ و امام احمد سے روایت ہے کہ عالیجناب رسول کریم ﷺ نے فرمایا: "سعی کرو، بے شک اللہ عزوجل نے تم پر سعی فرض کر دی ہے"۔

(i) سعی کی شرائط:

طوافِ کعبہ کے بعد صفا کی طرف جائیں اور صفا پہاڑی پر کھڑے ہو کر کعبہ کی طرف رخ کر کے تکبیر کے ساتھ استلام کریں اور پھر مروہ کی طرف روانہ ہو جائیں اللہ سبحانہٗ کی حمد

و ثناء کرتے ہوئے۔ اسی طرح سے سات مرتبہ صفا سے مروہ اور مروہ سے صفا جائیں اور آئیں۔ ہر مرتبہ صفا پر رُک کر کعبہ کی طرف رخ کر کے تکبیر کے ساتھ استلام کریں۔ سعی کے تمام چکر ایک ساتھ لگائیں اور اللہ کا ذکر اس طور کریں گویا کہ آپ اللہ کو راضی کر رہے ہیں۔ بالکل ایسے ہی جیسا کہ بی بی ہاجرہ نے مشکل ترین وقت میں جب انھیں اپنی اور اپنے بچے اسمٰعیل کی زندگی بچانے کا کوئی وسیلہ نظر نہ آرہا تھا۔ صحراو بیابان میں ہُو کا عالم ہو گا اور بی بی صاحبہ خوف اور اُمید سے دوچار ہوں گی۔ اس عالم بے قراری اور نہایت اضطراری کیفیت اور عالم خوف میں اپنے مالک کی یاد کو نہ بھلایا بلکہ اس کو پکارتے ہوئے اسی سے مدد کی اُمید رکھنا۔ یہ سب کچھ اور اپنے بے آسرا بے کس اور مجبور بندی کی یہی ادا تو رب العالمین کو پسند آئی ہوگی کہ حکم دے دیا کہ قیامت تک اس کے بندے اس جگہ آکر بی بی ہاجرہ کی طرح اس کی (اللہ کی) یاد اور ذکر میں مشغول ہو جائیں۔ پس سعی کا مقصد صرف اللہ کے حکم کا ماننا اور اسے راضی کرنے کی کوشش کرنا ہے۔

(ii) سعی کی سنتیں:

صفا اور مروہ کے درمیانی حصے میں کچھ ڈھلان ہے۔ اس کے شروع اور آخری حصے پر دو سبز روشنیاں نصب ہیں جو اس ڈھلان کی نشاندہی کرتی ہیں۔ مردوں کو اس جگہ سے تیزی کے ساتھ گزرنا چاہیے۔ یہ امر بی بی ہاجرہ کی سنت کو تازہ کرنے کی غرض سے کیا جاتا ہے۔ اس کی تفصیل ان شاء اللہ بعد کے ابواب میں آئے گی۔ صفا اور مروہ پر چند لمحے ٹھہر کر دعا کرنا اور صفا و مروہ کی چڑھائی چڑھتے ہوئے تکبیر یعنی اللہ اکبر کہنا مستحب امور ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ الْعَظِيْمُ الْحَلِيْمُ○

کوئی معبود نہیں اللہ کے سوا جو عظیم ہے اور حلیم ہے،

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ○

کوئی معبود نہیں اللہ کے سوا جو عرش عظیم کا رب ہے۔

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَ رَبُّ الْعَرْشِ الْكَرِيْمِ○

(بخاری، مسلم، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ)

رنج، غم، فکر اور بے چینی دور کرنے کے لیے یہ دعا پڑھیں۔

(طواف اور سعی کے دوران کے لیے تسبیح)

Recite while making Tawaf & Saee

طواف اور سعی کے دوران کے لیے تسبیح

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ
وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ

"There is no deity save God alone, without partner. His is the dominion, His is praise, and He has power over everyting."

”اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہ اکیلا و یکتا ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں۔ اس کی ہی ہے کائنات اور اسی کے لیے ہیں تعریفیں اور وہ ہر شے پر قادر ہے۔“

(د) قیامِ عرفہ (رکن چہارم)

امام ترمذی اور امام احمد کے مطابق عالیجناب رسول کریم ﷺ کا فرمان مبارک ہے: ”حج وقوفِ عرفات ہے“۔

علاوہ ازیں ابن مبارکؒ نے جناب انس بن مالکؓ کی ایک روایت کے مطابق بیان کیا ہے کہ ”عالیجناب رسول کریم ﷺ نے میدانِ عرفات میں غروبِ آفتاب تک پورا دن گزارا اور اس کے بعد فرمایا: اے بلالؓ! لوگوں سے کہو، خاموش ہو جائیں اور مجھے سنیں۔ جب لوگ خاموش ہو گئے تو آپ نے فرمایا: اے لوگو! چند لمحے قبل جبرئیل میرے پاس آئے۔ مجھے اللہ کی طرف سے سلام بھیجا اور اطلاع دی کہ اللہ تعالٰی نے ان لوگوں کو معاف فرما دیا جنھوں نے عرفات میں دن گزارا ہے اور ان کو بھی جو مشعر حرام (مزدلفہ) میں رکیں گے اور اس بات کا اللہ نے وعدہ کیا۔ اس موقع پر جناب عمر بن خطابؓ اٹھے اور عرض کیا: اے اللہ کے رسولؐ! کیا یہ صرف ہم لوگوں کے لیے ہی ہے؟ عالیجناب رسول کریمؐ نے فرمایا: یہ تمہارے لیے ہے اور ان تمام لوگوں کے لیے جو تمہارے بعد یہاں آئیں گے قیامت تک کے لیے۔ جناب عمرؓ نے حیرانی کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ اللہ تعالٰی کی کتنی بہترین اور کتنی زیادہ نعمتیں ہیں“۔

وقوفِ عرفہ کے واجبات:

نو ذوالحج کے روز زوال سے غروبِ آفتاب تک عرفات میں رہنا اور اللہ تعالٰی کی تسبیح و ذکر میں مشغول رہنا وقوفِ عرفہ ہے۔ لیکن میدانِ عرفات میں آنے اور ٹھہرنے کے کچھ آداب ہیں، جو ہمیں رسول کریمؐ کی سنتِ مبارکہ سے ملتے ہیں۔ اللہ کے رسولؐ کا فرمان ہے: ”حج اس طرح سے کرو جس طرح تم نے مجھے حج کرتے ہوئے دیکھا ہے“۔

ایسا نہیں کہ آپ مکہ سے سیدھے عرفات آئے اور حج ہو گیا بلکہ حج کے پانچ روز ہیں۔ اس لیے پانچوں دنوں کے اعمال درج ذیل کیے جا رہے ہیں تاکہ حاجی صاحبان سنتِ نبوی کے مطابق حج کریں:

۱) آٹھ ذوالحج کو قبل از صلوٰۃ الظہر مکہ سے حج کا احرام باندھ کر منٰی کے میدان میں پہنچنا اور وہاں ظہر، عصر، مغرب، عشاء اور فجر کی صلوٰۃ ادا کرنا۔ علاوہ ازیں اللہ کے ذکر میں مشغول رہنا۔

۲) نو ذوالحج کو بعد از زوال بغیر ادائیگی صلوٰۃ الظہر عرفات کی وادئ نمرہ پہنچنا۔ اس روز غسل کرنا سنت ہے۔ لہٰذا منیٰ سے غسل کر کے چلنا بہتر ہے۔ وادئ نمرہ میں مسجد نمرہ ہے، جہاں امام صاحب خطبۂ حج دیتے ہیں اور اس کے علاوہ ظہر اور عصر کی قصر نمازیں ایک ساتھ ایک اذان اور علیحدہ علیحدہ اقامت کے ساتھ پڑھاتے ہیں۔ اس کے بعد حاجی صاحبان سورج غروب ہونے تک ٹھہرتے ہیں عرفات میں ذکر اللہ کے ساتھ۔ لیکن صلوٰۃ المغرب وہاں ادا نہیں کی جاتی۔ اگر نو ذوالحج کو جمعہ کا روز ہو تو صلوٰۃ الجمعہ نہیں ہوتی۔ کیونکہ تمام حاجی مسافر ہوتے ہیں اور ان پر صلوٰۃ جمعہ واجب نہیں ہوتی۔

۳) غروب آفتاب کے بعد عرفات سے مزدلفہ کی طرف کوچ کیا جاتا ہے اور وہاں پہنچ کر مغرب اور عشاء کی قصر نمازیں ایک ساتھ ادا کی جاتی ہیں۔ اس کے بعد رات مزدلفہ میں گزاری جاتی ہے جہاں بے سر و سامانی کے ساتھ وقت گزارنے کا مشاہدہ ہوتا ہے۔ یہ رات بےحد قیمتی ہوتی ہے۔ حاجی لوگ ایک فقیر کی طرح مالک کی حمد و ثنا کرتے ہیں۔ یہاں بے بسی اور بے کسی کا عالم ہوتا ہے، نہ پانی اور نہ بستر، نہ کھانے پینے کا بندوبست نہ وضو کا۔ لیکن یہ وقت اللہ سے قربت کا ہوتا ہے اور حاجیوں کے لیے بہترین رات ہوتی ہے۔ اس رات تو انہیں اپنے رب کو راضی کر لینا چاہیے۔ اگر اب بھی راضی نہ کر سکے تو بڑی بدبختی ہوگی۔ کیونکہ رحمٰن و رحیم و کریم تو راضی ہونے کے لیے تیار رہتا ہے، بس اس کی طرف رجوع کرنے کی دیر ہے۔ یہاں سے واپسی سے پہلے اپنے لیے چھوٹی کنکریاں جو کھجور کی گٹھلی کے برابر ہوں، چن لیں۔ اگر ۱۲ ذوالحج کو واپسی کا پروگرام ہو تو (۴۹) اور اگر ۱۳ ذوالحج کا پروگرام ہو تو ۷۰ کنکریاں رکھ لیں جو شیطان کو مارنے کے کام آئیں گی۔

۴) دس ذوالحج کی صبح بعد از صلوٰۃ الفجر منیٰ کی طرف روانگی ہوتی ہے۔ راستے میں ایک وادی بنام "مُحَسِّر" آتی ہے۔ اس جگہ ابرہہ کے ہاتھی والے لشکر نے پڑاؤ ڈالا تھا جو کعبہ کو ڈھانے کی غرض سے آیا تھا۔ اس وجہ سے گھر کے مالک نے اس لشکر پر عذاب نازل کر کے اسے تباہ و برباد کر دیا۔ عالیجناب رسول کریم ﷺ کا حکم ہے کہ ان جگہوں پر جہاں اللہ

کا عذاب نازل ہوا ہو نہیں ٹھہرنا چاہیے اور نہ ہی وہاں سے گزرنا چاہیے۔ اگر مجبوری ہو تو اللہ سے توبہ کرتے ہوئے جلدی میں اس جگہ سے گزر جائیں۔ فی زمانہ اس جگہ کے گرد کانٹے دار باڑ لگا دی گئی ہے تا کہ کوئی شخص بے خبری میں وہاں سے نہ گزر سکے۔

۵) دس تاریخ کو ہی منیٰ پہنچ کر جمرہ عقبہ کی طرف روانہ ہو جائیں اور وہاں اللہ کی بڑائی بیان کرتے ہوئے بڑے شیطان پر سات کنکر ماریں۔

۶) دس تاریخ کو ہی کنکریاں مارنے کے بعد قربانی کریں۔ جن حاجیوں نے قربانی کا ٹوکن لیا ہو یعنی ان کی طرف سے قربانی کوئی مستند ادارہ کرے گا تو وہ ادارہ ہر شخص کو اس کی طرف سے قربانی کا مقررہ طے شدہ وقت بتا دے گا۔ لیکن پھر بھی احتیاط سے کام لیا جائے اور مزید ایک گھنٹے کی تاخیر کے بعد یہ سمجھ لیا جائے کہ ان کی طرف سے قربانی ہو چکی۔ لہٰذا اب وہ اپنے بال منڈوا لیں یا کٹوا لیں۔

۷) بال کٹروانے کے بعد غسل کریں اور اپنا عام لباس پہن لیں۔ اب ان کا احرام تو اتر جائے گا لیکن احرام کے ضمن کی ایک پابندی تا حال ان پر واجب رہے گی اور وہ یہ کہ وہ ازدواجی تعلقات قائم نہ کر سکیں گے جب تک کہ وہ طواف زیارہ نہیں کر لیتے۔

۸) اب طواف زیارہ کے لیے مکہ روانہ ہو جائیں۔ یہ ان کے حج کا آخری رکن ہوگا۔ طواف کعبہ کے بعد مقام ابراہیم پر دو نفل ادا کریں اور پھر صفا اور مروہ کی سعی کریں۔ اس کے بعد بھی اگر دو نفل شکرانہ ادا کر لیں تو یہ ایک اچھا عمل ہوگا۔ اب آپ پر احرام کی تمام ممنوعات حلال ہو گئیں۔ آپ نے اپنی زندگی کا ایک اہم اور مشکل فریضہ ادا کر لیا۔ یہ اللہ کا آپ پر بہت بڑا فضل اور کرم ہوا۔ آپ کو مبارک ہو! آپ کو ایک نئی پاک صاف اور صاف ستھری زندگی عطا ہوئی۔ اس کو اسی طرح پاک و صاف رکھنے کا عزم مستحکم کر لیں۔

۹) طواف زیارہ کے بعد منیٰ واپس چلے جائیں۔ رات تسبیح و تہلیل میں گزاریں۔ نیند کرنا منع نہیں ہے۔ پھر (۱۱) ذوالحج کی صبح کو بعد از زوال آفتاب تینوں جمروں پر باری باری سات سات کنکریاں ماریں۔ بوڑھے لاغر اور خواتین مغرب کے بعد بھی یہ فریضہ انجام دے سکتے ہیں۔ اور معذور حضرات یہ ذمہ داری کسی دوسرے کے ذمہ بھی لگا سکتے ہیں۔

۱۰) ۱۲ ذوالحج کو بھی اسی طرح تینوں جمروں پر کنکریاں ماری جائیں گی۔ اگر اسی روز واپسی کا پروگرام ہے تو پھر کنکریاں مارنے کے بعد مکہ چلے جائیں۔ ورنہ دوسرے روز ۱۳ ذوالحج کو کنکریاں مارنے کے بعد مکہ چلے جائیں۔

۱۱) امام غزالیؒ نے اپنی معروف کتاب احیائے علوم میں شیطان پر کنکریاں مارنے کا مقصد بیان کیا ہے جسے قارئین کرام کے لیے درج کیا جارہا ہے تاکہ کنکریاں مارنے کی حقیقت کو ذہن نشین کیا جاسکے:

"شیطان پر کنکریاں مارنے کا جہاں تک تعلق ہے، یہ دراصل اس بات کا اظہار ہے کہ ہم اللہ کے حکم کو مانتے ہیں اور اپنی عاجزی اور بندگی کا مظاہرہ بھی اس کے سامنے کرتے ہیں۔ اس جگہ اللہ کی تعمیل حکم کا جو مظاہرہ کیا جاتا ہے، اس میں نہ تو کوئی ظاہری خوشی کا عنصر موجود ہوتا ہے اور نہ کسی خودغرضی کا اور نہ ہی اس میں بظاہر کسی دانش کا اظہار سمجھ میں آتا ہے۔ سوائے اس بات کے کہ جب کنکریاں شیطان پر ماری جاتی ہیں، اس مارنے والے کے ذہن میں یہ بات ضرور ہوتی ہے کہ جب شیطان لعین نے جناب ابراہیم خلیل کا راستہ روکا تھا تاکہ ان کے دل میں وسوسہ ڈال سکے تو اللہ نے حکم دیا شیطان کو بھگانے کا اس پر کنکریاں پھینک کر۔ اس لیے اگر تمہیں یعنی حاجیوں کے دل میں شیطان یہ وسوسہ ڈال دے کہ شیطان تو ابراہیم کو بہکانے آیا تھا، اس لیے انہوں نے اس پر پتھر پھینکے تھے لیکن مجھے تو شیطان نے نہیں بہکایا، اس لیے مجھے کیوں ضرورت ہونی چاہیے کہ میں یہاں پتھر پھینکوں۔ اگر اس طرح کا کوئی خیال یا وسوسہ کسی کے دل میں آجائے تو پھر اسے یقین کرلینا چاہیے کہ یہ خیال اور وسوسہ بے شک شیطان ہی کی طرف سے آیا ہے، جو اسے بہکانے کے لیے ایک چال ہے۔"

۱۲) اب اگر کسی کو مکہ میں مزید رہنا ہو تو جب تک طوافِ کعبہ کرتے رہیں اور اگر چاہیں تو اپنے پیاروں کے ایصالِ ثواب کے لیے بھی طوافِ کعبہ کرسکتے ہیں اور ان کے لیے مغفرت کی دعائیں بھی کریں اور جب مکہ سے رخصت ہونے کا وقت آئے تو آخری مرتبہ کعبہ کو الوداع کہنے کے لیے طوافِ وداع ضرور کریں اور وہاں سے رخصت ہوجائیں۔ یہ بتا دینا ضروری ہے کہ طوافِ وداع کرنے پر الحمدللہ آپ کا حج مکمل ہوا۔ آپ کو مبارک ہو۔

سید الاستغفار

اَللّٰهُمَّ اَنْتَ رَبِّیْ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ خَلَقْتَنِیْ وَ اَنَا عَبْدُکَ وَ اَنَا عَلٰی عَهْدِکَ وَ وَعْدِکَ مَا اسْتَطَعْتُ، اَعُوْذُبِکَ مِنْ شَرِّ مَا صَنَعْتُ، اَبُوْءُ لَکَ بِنِعْمَتِکَ عَلَیَّ وَ اَبُوْءُ بِذَنْبِیْ، فَاغْفِرْلِیْ ذُنُوْبِیْ فَاِنَّهٗ لَا یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّآ اَنْتَ

اے اللہ تو میرا رب ہے۔ نہیں ہے کوئی معبود تیرے سوا۔ تو نے ہی مجھے پیدا کیا اور میں تیرا بندہ ہوں۔ اور میں تیرے عہد اور وعدہ پر قائم ہوں اپنی استطاعت کے مطابق۔ میں پناہ مانگتا ہوں اپنی بداعمالیوں سے اور تیری نعمتوں کا اقرار کرتا ہوں اور اپنے گناہوں کا اقرار کرتا ہوں۔ پس مجھے بخش دے میرے گناہ۔ بے شک تیرے سوا کوئی گناہ نہیں بخش سکتا۔

O Allah, You are my Lord. There is no God worthy of worship except You. You created me and I am Your slave. I will keep my covenant and pledge to You, so far as I am able. I seek refuge with You from my evil actions. I recognize Your Bounty upon me and accept my Sins. So grant me pardon. Indeed! No one else can forgive my Sins.

رَبِّ اجْعَلْنِيْ مُقِيْمَ الصَّلٰوةِ

وَمِنْ ذُرِّيَّتِيْ رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَآءِ ۝

رَبَّنَا اغْفِرْلِيْ وَلِوَالِدَيَّ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ

يَوْمَ يَقُوْمُ الْحِسَابُ

اے رب میرے! کر دے مجھے نماز درست رکھنے والا

اور میری نسل کو بھی۔ اے رب ہمارے، میری دعا قبول فرما۔

اے رب ہمارے بخشا مجھ کو اور میرے ماں باپ کو اور تمام مومنین کو

جس دن حساب قائم ہو۔

"O my Lord! Make me one who performs Salat, and (also) to my off spring. Our Lord! Accept my duaa."

"Our Lord! Forgive me and my parents and (all) the believers on the Day of Judgement."

يَا مُفَتِّحَ الْاَبْوَابِ وَيَا مُسَبِّبَ الْاَسْبَابِ وَيَا مُقَلِّبَ الْقُلُوْبِ وَالْاَبْصَارِ وَيَا غِيَاثَ الْمُسْتَغِيْثِيْنَ وَيَا دَلِيْلَ الْمُتَحَيِّرِيْنَ وَيَا مُفَرِّجَ الْمَحْزُوْنِيْنَ اَغِثْنِيْ اَغِثْنِيْ اَغِثْنِيْ تَوَكَّلْتُ عَلَيْكَ يَا رَبِّيْ وَفَوَّضْتُ اِلَيْكَ اَمْرِيْ يَا رَبُّ يَا رَبُّ يَا رَبُّ يَا اَللّٰهُ يَا بَاسِطُ يَا رَزَّاقُ يَا فَتَّاحُ يَا كَرِيْمُ

اے کھولنے والے دروازوں کے اور اے سبب پیدا کرنے والے اسباب کے اور اے پھیرنے والے دلوں کے اور نگاہوں کے اور اے فریاد سننے والے فریاد کرنے والوں کے (کی) اور اے راہ بتانے والے حیرانوں کے اور اے فرحت دینے والے غمگینوں کے، میری فریاد سن لے، میری فریاد سن لے، میری فریاد سن لے۔ بھروسہ کیا میں نے تجھ پر اے پروردگار میرے اور سپرد کیا میں نے تجھ کو اپنا کام اے پروردگار، اے پروردگار، اے پروردگار۔ اے اللہ، اے خوشحالی بخشنے والے، اے روزی دینے والے، اے رحمت کے دروازے کھولنے والے سخی۔

O' Opener of the fortunes and the Provider of the opportunities, and Who turn the hearts and minds towards righteousness.

O' Who the One Who hear supplications of the supplicators; and Who guide those, who are in search of their destinations. And Who grants pleasure to the displeased one.

Kindly listen to me, listen to me, listen to me!

I have trusted unto You and have entrusted my desires unto You.

O' my Lord! O' my Lord! O' my Lord!

O' Allah! O' the Expander of prosperity!

O' the Provider of sustenance!

O' the Generous One!

(تمام پریشانیوں کے لیے اکسیر ہے۔ کوئی مناسب وقت مقرر کر کے روزانہ ۱۲ بار پڑھیں)

باب سوئم

رسالت مآب عالیجناب رسول کریم ﷺ کے حج وعمرہ کا بیان

حج کی ابتداء، مقاصد اور فلسفہ جاننا ہر حاجی کی ضرورت ہونی چاہیے تا کہ انہیں دوران حج اللہ تعالیٰ کی حاکمیت اعلیٰ اور بندوں کو اپنے مالک کا غلام ہونے کا مطلب نہایت مناسب طور پر واضح ہو جائے۔ اور حاجی حج کی برکات و فیوض سے مالا مال ہو کر اپنی دنیا اور عاقبت سنوار لے اور شیطان کے وسوسوں سے بچ نکلے۔ اس مقصد کے لیے بہت کچھ لکھا اور پڑھا جانا ایک طرف اور عالیجناب رسول اللہ کے حج اور عمرہ کے متعلق علم رکھنا دوسری طرف بہت اہمیت کا حامل ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی بندگی اور حکم کی بجاآوری میں رسول کریمؐ کا مقام سب سے اعلیٰ ہے جبکہ آپ کی تقلید ہر مسلمان پر فرض ہے۔ اس طرح سے ہمیں حج کے فرائض اور سنتوں کے ادا کے متعلق صحیح طور پر آگاہی ہو جائے گی۔ مزید یہ کہ ہمیں رسالت مآبؐ کے خطبہ حج کے متعلق بھی آگہی ہو جائے گی، جو عالیجناب کی طرف سے اپنی امت کے لیے آخری پیغام تھا اور یہ پیغام آپ کی (۲۳) تئیس سالہ دور نبوت کا خلاصہ تھا۔ چونکہ آپؐ کا یہ خطاب آپ کی وفات سے ٹھیک (۹۰) نوے روز قبل دیا گیا تھا۔ اس لیے اس کا جاننا اور اس پر عمل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔

اگر آپ غور فرمائیں تو امت مسلمہ جناب رسول کریم ﷺ کے اس پیغام کو تقریباً بھول چکی ہے اور بڑی ڈھٹائی کے ساتھ آپؐ کے فرمان مبارک کی پے درپے خلاف ورزیاں کر رہی ہے اور یہ خلاف ورزیاں عام لوگ تو ایک طرف بڑے بڑے القابات استعمال کرنے والے اور ولی علم ہونے کا دعویٰ کرنے والے بھی کر رہے ہیں۔

لہٰذا ہر حاجی کا فرض ہے کہ جس روز وہ میدان عرفات میں قیام کرے تو اس خطبۂ حج کو جو خطبۂ حجۃ الوداع کے نام سے مشہور ہے، اس کو ضرور پڑھے، اس پر غور کرے اور پھر اس بات پر بھی غور کرے کہ وہ کس کس طرح سے فرمان رسولؐ کی خلاف ورزیاں کر کے شیطان کے مقصد کو آسان بنا رہا ہے۔ اگر واقعی ہی وہ اللہ کا بندہ بن گیا ہے تو اسی روز اپنے آقا سے معافی طلب کرنے کے علاوہ یہ عہد بھی کرے کہ آئندہ سے وہ کسی بھی فرمان رسولؐ

کی خلاف ورزی کا مرتکب نہیں ہو گا۔ صرف اسی صورت میں ان کا حج ان کے لیے ایک نئی اور اعلیٰ زندگی کی شروعات کا پیش خیمہ بنے گا اور دنیا و آخرت میں سرخروئی کا باعث بھی اور جہنم کی آگ سے بچنے کا باعث بھی۔

اللہ رب الکریم سے نہایت مودبانہ گزارش ہے کہ وہ ہمیں اپنے رسول ﷺ کے اسوۂ حسنہ پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

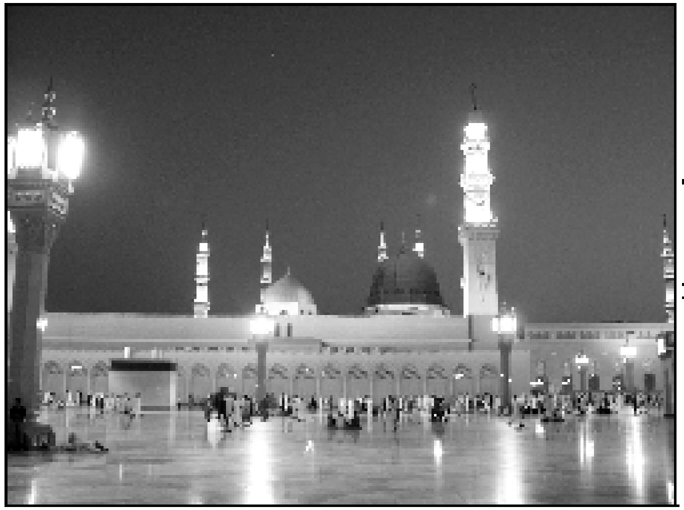
مسجد نبوی ﷺ

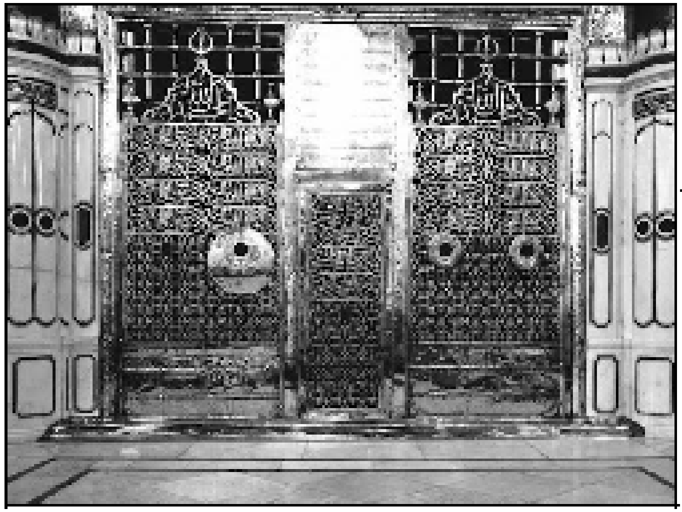
روضہ رسول ﷺ

(۱) قضا عمرے کی ادائیگی

ساتویں ہجری کے ماہ ذیقعد یعنی مارچ ۶۲۹ء۔ صلح حدیبیہ کو ایک برس ہو چلا تھا اور معاہدے کی شرط کے مطابق مسلمان ایک سال بعد عمرہ کے لیے جا سکتے تھے، اس لیے جناب رسالت مآبؐ اپنے دو ہزار ساتھیوں کے ساتھ قضا عمرے کی ادائیگی کے لیے مکہ روانہ ہوئے۔ آپ کے ساتھ ساٹھ قربانی کے اونٹ تھے۔ آپؐ کے ساتھ مطلوبہ ہتھیار تو تھے مگر آپؐ نے مکہ سے آٹھ میل پہلے یاجج کے مقام پر دو صد اصحاب کو چھوڑا اور ان کے ساتھ اپنا تمام اسلحہ رکھوا دیا تاکہ وہ اس کی حفاظت کریں۔ جناب رسول اللہؐ اپنے دیگر اصحاب کے ساتھ اپنی میان بند تلواروں کے ساتھ مکہ میں داخل ہوئے۔ جبکہ مدینہ کے مشہور و مقبول شاعر جناب عبداللہ بن رواحہ، جناب رسالت مآبؐ کی اونٹنی کی مہار تھامے ہوئے اپنی نظم پڑھ رہے تھے۔ جب وہ مکہ میں داخل ہو رہے تھے تو درج ذیل اشعار آپ کے زیر لب تھے ترجمہ پیش خدمت ہے:

"اے کافروں کے بیٹو!
راستہ چھوڑ دو کہ رسولؐ آ رہے ہیں
ان کا آنا رحمتوں کا آنا ہے
اے اللہ! میں ان پر یقین بھی کرتا ہوں اور ان کا حکم بھی مانتا ہوں
اور انہی کی وجہ سے میں اللہ کے حقوق سے واقف ہوا"۔

اس کے بعد انہوں نے رزمیہ نظمیں پڑھنی شروع کر دیں۔ اس پر جناب رسالت مآبؐ نے ان سے فرمایا کہ اس کے بجائے یہ کہو کہ "کوئی بھی عبادت کے لائق نہیں، سوائے اللہ کے، جس نے اپنے غلام کو (محمدؐ کو) کامیابی عطا فرمائی اور اس کے سپاہیوں کو عزت بخشی، جنگ خندق میں، جہاں دشمن شرمسار نا امیدی اور ناکامی سے واپس لوٹا"۔

کفار سرداروں کو مسلمانوں کا اس طرح سے مکہ میں داخل ہونا اور اس کی گلیوں اور بازاروں میں سر اٹھا کر چلنا پسند نہ آیا لہٰذا، وہ غم اور غصہ کی حالت میں مکہ چھوڑ کر باہر چلے

گئے۔ وہ یہ منظر برداشت نہ کر سکے کہ جن کو انہوں نے ظلم کر کے مجبور کیا تھا کہ وہ اپنا گھر بار چھوڑ کر چلے جائیں لیکن وہ پھر وہاں واپس آ گئے اور وہ بھی بڑے طمطراق سے۔ کفار سرداروں نے اپنے آپ کو کعبہ کے سامنے والی پہاڑی ابو قبیس میں چھپا لیا۔ لیکن وہاں سے وہ جناب رسالت مآبؐ اور ان کے ساتھیوں کو دیکھ سکتے تھے۔ جبکہ دوسرے مکہ کے عام لوگ راستوں پر اور چھتوں پر کھڑے جناب رسالت مآبؐ اور آپؐ کے ساتھیوں کو دیکھ رہے تھے، جبکہ وہ لوگ تلبیہ پڑھ رہے تھے اور کہتے جا رہے تھے کہ "اللہ بہت بڑا ہے اور وہ یکتا ہے اور سب سے زیادہ طاقتور ہے اور یہ کہ اس کے غلام، اس کے گھر کے سامنے حاضر ہو گئے ہیں"۔ ان کافروں نے یہ بھی دیکھا کہ وہ سیاہ فام حبشی غلام جس کو گرم ریت پر لٹا کے کوڑے مارے جاتے تھے اور وہ اس وقت تکلیف کی شدت میں احد، احد پکارتے تھے، آج وہ کعبہ کی چھت پر چڑھ کر لوگوں کو پکار رہے تھے اور کہہ رہے تھے کہ نماز کے لیے آؤ اور فلاح کے لیے آؤ۔ اور ساتھ ہی اللہ کی بڑائی اور محمدؐ کی رسالت کا اقرار اور اعلان بھی کر رہے تھے۔ بلالؓ آج آزاد تھے کسی کے غلام نہیں اور وہ اپنے سردار جناب رسالت مآبؐ کے چہیتے تھے اور اللہ کے پیارے غلام (بندے)۔

اس وقت کافروں نے ایک افواہ پھیلا دی کہ رسول اللہؐ اور آپؐ کے اصحاب یثرب کے بخار میں مبتلا ہونے کی وجہ سے کمزور ہو چکے ہیں۔ اور یہ بات جناب رسالت مآبؐ کو الہام کے ذریعہ معلوم ہوئی۔ لہٰذا طواف شروع کرنے سے قبل جناب رسالت مآبؐ نے اپنے ساتھیوں کو ہدایت کی کہ پہلے تین چکر جو کعبہ کے گرد لگائے جائیں، اس دوران وہ اکڑتے ہوئے پہلوانوں کی طرح کندھے ہلاتے ہوئے چلیں تاکہ کافروں کی افواہ کی تردید ہو جائے اور ویسے بھی اللہ تعالیٰ پسند نہیں فرماتے کہ اس کے تابعدار بندے کافروں کے سامنے کسی کمزوری کا اظہار کریں۔ بلکہ کافروں کے سامنے خوب جوانمردی کے ساتھ رہنا چاہیے تاکہ وہ ہمیں کبھی بھی اور کسی طرح سے بھی کمزور نہ سمجھیں۔ لہٰذا جناب رسالت مآبؐ کی وہ ہدایت آپؐ کی سنت بن گئی اور اب ہر حاجی طواف میں یہ سنت ادا کرنے کا پابند ہے۔ کچھ لوگ طواف میں بھاگنے کی یا دوڑ لگانے کی کوشش کرتے ہیں یہ صحیح نہیں، صحیح

طریقہ صرف پہلوانی چال چلنے میں ہے۔

جناب رسالت مآبؐ اور آپ کے ساتھی مکہ میں تین روز تک رہے، پھر کفار نے آپ کو مکہ چھوڑنے کے لیے کہا، حدیبیہ امن معاہدے کے مطابق اور آپؐ واپس تشریف لے گئے۔

(۲) قریش مکہ پر عمرے کے اثرات

سات برس قبل اہلِ مکہ نے فیصلہ کیا اور پھر اس فیصلہ پر عمل درآمد کرنے کے لیے کوشش کی کہ جناب رسالت مآبؐ کو قتل کر دیا جائے۔ اس فیصلے کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنے نبیؐ کو اجازت اور حکم دیا کہ وہ مکہ چھوڑ کر مدینہ چلے جائیں۔ لہٰذا آپؐ کو اپنا گھر، شہر اور وطن چھوڑ کر وہاں سے جانا پڑا اور پھر آپؐ مدینہ میں ایک نئی دنیا بسانے کی جدوجہد میں لگ گئے۔ لیکن ان کافرین مکہ نے وہاں بھی آپ کا پیچھا نہیں چھوڑا اور آپؐ اور آپؐ کے پیروکاروں پر تین مرتبہ حملہ آور ہوئے۔ لیکن آپؐ ایک طویل جدوجہد کے بعد دوبارہ اپنے آبائی شہر اور اللہ کے گھر کا طواف کرنے کے لیے تشریف لانے میں کامیاب ہو گئے۔ یہی نہیں، بلکہ آپؐ کے دو ہزار رفقائے کار نے بھی طواف کیا۔ جہاں آپؐ کے دشمنوں نے دیکھا کہ وہاں تو غلام اور آقا ایک ہی قطار میں کھڑے ہو رہے ہیں ایک ساتھ اٹھتے بیٹھتے ہیں ایک ساتھ کھانا تناول کرتے ہیں اور ایک ساتھ ہی مالکِ کائنات کے سامنے جھکتے ہیں اور اُس سے دعائیں مانگتے ہیں۔ وہ شخص جنہیں یہ قطعی پسند نہیں کرتے تھے، وہ اسی شخص کی بے مثال قیادت کو حیرانگی سے دیکھ رہے تھے اور ان کے پیروکاروں کو دیکھ رہے تھے کہ وہ کس طرح سے اپنے رہبر پر اپنی جان نچھاور کرنے کو تیار ہیں، ان سے کتنی محبت کرتے ہیں اور ان کی کس قدر عزت کرتے ہیں، یہ حیران کن منظر دیکھ کر وہ ششدر رہ گئے۔ کافرینِ مکہ جناب رسالت مآبؐ اور ان کے پیروکاروں سے بہت زیادہ مرعوب ہو گئے، ان کا رویہ اور کردار حیران کن تھا۔ مختصراً یہ کہ قریش مکہ جناب رسالت مآبؐ اور دیگر مسلمانوں سے بہت زیادہ متاثر ہوئے۔

باب چہارم

جناب رسالت مآبؐ کا الوداع کعبہ اور آخری حج

اس سے قبل کہ جناب رسالت مآبؐ کے حج بیت اللہ کے متعلق کچھ بیان کیا جائے اور اس خطاب کے بارے میں جو آپؐ نے اپنی قوم کو آخری مرتبہ نصیحت کے طور پر فرمایا۔ یہ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ تاریخ کعبہ کے بارے میں تعارف کروا دیا جائے کہ یہ پتھروں کا بنا ہوا عام سا کمرہ کیونکر اللہ کے ہاں مقبول ٹھہرا اور کیونکر اللہ تعالیٰ نے اس چھوٹے سے کمرے کو اپنا گھر قرار دیا۔ اور تمام امت مسلمہ کو یہاں حاضری دینے کا حکم دیا اور فرمایا کہ یہاں پہنچ کر میری (اللہ کی) تکریم، حاکمیت اور جاہ و جلال کو پیش نظر رکھ کے اس گھر کا طواف کرو اور میری (اللہ کی) پاکیزگی اور تعریف بیان کرو اور یوں سمجھو کہ تم اللہ کی حضوری میں ہو اور اسے راضی کرنے کی کوشش کر رہے ہو۔ اس کے علاوہ یہ بھی معلوم ہو جائے کہ تم کیونکر ایک سیاہ رنگ کے پتھر کو چومتے ہو اور صفا اور مروہ کے درمیان چکر لگاتے ہو۔

(الف) تعارف وتقدیس کعبہ:

اس کرۂ ارض پر جو سب سے پہلی جگہ تعمیر کی گئی وہ یہی جگہ ہے جسے کعبہ کہتے ہیں، اسے جناب آدمؑ نے فرشتوں کی مدد سے تعمیر کیا تاکہ وہاں بیٹھ کر اللہ کی عبادت کی جائے۔ لیکن بعد میں جب طوفانِ نوحؑ سے یہ گھر بھی صفحۂ ہستی سے مٹ گیا تو پھر عرصہ دراز کے بعد جناب ابراہیم علیہ السلام کو حکم ہوا تو انہوں نے اپنے بیٹے اسماعیلؑ کے ساتھ مل کر اس گھر کی تعمیر نو اس جگہ کی جہاں پر یہ پہلے تھا۔ جبکہ اس کی بنیادوں کی نشاندہی کو فرشتوں نے جناب ابراہیمؑ پر ظاہر کیا۔ اس کے بعد پھر جب اس عمارت کی حالت خستہ ہو گئی تو جناب رسالت مآبؐ کے زمانہ میں اسے گرا کر اس کی تعمیر نو کی گئی۔ اس وقت جناب رسالت مآبؐ جوان تھے، لیکن اعلان نبوت ہنوز نہ ہوا تھا۔ انہیں اللہ تعالیٰ نے موقع عطا فرمایا کہ وہ حجر اسود کو اپنے ہاتھ سے اس جگہ پر لگائیں۔

کعبہ کی عمارت ایک مستطیل، چھوٹی سی اور نہایت ہی سادہ کمرے نما عمارت ہے۔

اس کا رقبہ ۴۱ × ۳۶ × ۴۳ فٹ ہے۔ اس کے کونے تقریباً شرقاً غرباً، شمالاً اور جنوباً ہیں۔ اس کا ایک کونہ رکن یمانی، جنوب کو ظاہر کرتا ہے، رکن اسود مشرق کو جہاں حجر اسود ہے، رکن عراقی ظاہر کرتا ہے شمال کو اور رکن شامی ظاہر کرتا ہے مغرب کو۔

کعبہ کو بیت الحرام یعنی حرمت والا، احترام والا گھر کہتے ہیں، اسے بیت العتیق یعنی قدیم گھر بھی کہتے ہیں اور اسے بیت اللہ یعنی اللہ کا گھر بھی کہتے ہیں۔

اس گھر کو بیت المعمور کا متبادل بھی کہتے ہیں، جو ساتویں آسمان پر فرشتوں اور جو کوئی بھی وہاں رہتا ہے ان کے عبادت کرنے کی جگہ ہے۔ بیت المعمور کی تفصیل آئندہ مضمون میں کی جائے گی۔ کعبہ کے متعلق اللہ تعالیٰ کے اقوال درج ذیل ہیں:

i) سورہ آل عمران (۳) کی آیت (۹۶) میں فرمایا گیا ہے کہ:

”بے شک پہلا گھر جو انسانوں کے لیے مقرر کیا گیا مکہ کے اندر جو مبارک ہے اور ہدایت کا منبع ہے تمام جہاں کی اقوام کے لیے اور جنوں کے لیے“۔ یعنی یہ پہلا گھر مقرر کیا گیا جن و انس کی عبادت کے لیے اس دنیا میں۔

ii) سورۃ البقرہ (۲) کی آیت (۱۲۷) میں یہ فرمان ہے کہ:

”اور یاد کرو جب ابراہیم اور اسماعیل اس گھر کی بنیادیں اٹھا رہے تھے اور ساتھ کہتے جا رہے تھے، کہ اے ہمارے رب! ہم سے (یہ ہماری خدمت) قبول فرما! بے شک آپ سب کچھ سننے والے اور جاننے والے ہیں“۔

iii) سورۃ البقرہ (۲) کی آیت (۱۲۵) کا ایک حصہ فرماتا ہے کہ:

”اور (یاد کرو) جب ہم نے (اللہ نے) بنایا اس گھر (کعبہ) کو انسانوں کے لیے رجوع کرنے کی جگہ اور امن کی جگہ“۔

کعبہ کو اللہ نے اپنا گھر بتانے کے بعد جبکہ وہ محترم اور متبرک بن گیا تو اسے اپنے پیغمبر محمدؐ اور آپؐ کی امت کے لیے صلوٰۃ کے رخ کو متعین کرنے کی جگہ بھی بنا دیا، جسے قبلہ کہا جاتا ہے۔ یعنی دنیا کے جس حصے میں بھی صلوٰۃ ادا کریں تو اپنا رخ کعبے کی طرف کر لیں اور یہ قانون اللہ تعالیٰ نے سورۃ البقرہ کی آیت (۱۴۴) میں نازل فرمایا جس میں کہا گیا کہ:

”بے شک ہم نے تمہارا آسمان کی طرف منہ کرنا دیکھا، یقیناً ہم تمہیں پھیر دیں گے قبلہ کی طرف جو تمہیں خوش کر دے گا، اس لیے اپنا چہرہ مسجد الحرام کی طرف پھیر لو“۔

اس حکم سے پیشتر مسلمان اپنی صلوٰۃ میں بیت المقدس کی طرف رخ کرتے تھے، جس میں کعبہ کے بعد دنیا میں دوسرا پرانا گھر ہے اللہ کا۔

عام طور پر غیر مسلموں کو جو بت پرست ہیں، یہ کہتے سنا گیا ہے کہ مسلمان ہمارے اوپر تو بت پوجنے کا الزام لگاتے ہیں جبکہ یہ خود بھی تو پتھروں کی پوجا کرتے ہیں۔ ان کا مطلب کعبہ سے ہے جو پتھروں سے چنا ہوا ہے۔ یہ ان کی کم فہمی کی وجہ ہے حالانکہ مسلمان اللہ کے سوا کسی بھی چیز کی پرستش نہیں کرتے۔ اگر خدانخواستہ کریں گے تو مسلمان ہی نہ رہیں گے۔ وہ تو صرف اپنی یکجہتی قائم کرنے کے لیے اپنی جماعتوں میں اور اپنی قوم میں، اپنی مسجدوں میں، اپنی صلوٰۃ میں تنظیم پیدا کرنے کے لیے نظم و ضبط پیدا کرنے کے لیے دنیا میں جہاں کہیں بھی ہوں، کعبہ کی طرف اپنا رخ کرتے ہیں اور یہ بھی اللہ ہی کے حکم کے تحت کرتے ہیں، اپنی طرف سے نہیں، پرستش وہ صرف اللہ ہی کی کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے سورۃ الاعراف (۷) کی آیت (۲۹) میں فرمایا ہے کہ:

”کہدو! کہ میرے رب نے حکم دیا ہے انصاف کرنے کا اور یہ کہ تم اپنا رخ سیدھا رکھو اسی کی طرف عبادت کی ہر ایک جگہ پر اپنی صلوٰۃ میں اور صرف اسی کو ہی پکارا کرو اور اپنی عبادت صرف اسی کے لیے ہی خالص رکھا کرو“۔

(ب) بیت المعمور:

اللہ تعالیٰ جو سب تعریفوں کے لائق ہے بہت رحم والا اور صاحب جلال مالک، تمام جہانوں کا خالق شہنشاہوں کا شہنشاہ۔ اس نے سورۃ الطور (۵۲) کی آیت (۴) میں ان تمام باتوں کی سچائی کے لیے جو کچھ بھی اس نے فرمایا، قسم کھائی ہے ”بیت المعمور“ کی۔ بیت المعمور ساتویں آسمان پر کعبہ کی طرح کا اور کعبہ کے ہی متصل ایک گھر ہے جو بنایا گیا فرشتوں کی عبادت کے لیے اور جو کوئی بھی وہاں رہتا ہے، اس کی عبادت کے لیے۔ یہ گھر بھی کعبہ کی طرح کبھی خالی نہیں رہتا اور ہر وقت فرشتے اس کا طواف کرتے رہتے ہیں۔

امام ابن کثیرؒ نے ان الفاظ کی تشریح قولِ رسولؐ کے حوالے سے کچھ یوں کی ہے کہ جناب رسالت مآبؐ جب اسراء اور معراج پر تشریف لے گئے اور یہ واقعہ بخاری اور مسلم دونوں میں مذکور ہے۔ اس کے مطابق جناب رسولؐ اللہ نے فرمایا کہ ”پھر میں بیت المعمور کی طرف لے جایا گیا۔ اس گھر کے طواف کے لیے ہر روز ستر ہزار فرشتے آتے ہیں جن کو دوبارہ پھر یہ موقع میسر نہ آئے گا“۔

فرشتے اللہ تعالیٰ کی تعریف اور ذکر اس گھر کا طواف کرتے وقت کرتے ہیں، بالکل اسی طرح سے جس طرح زمین پر انسان کعبے کا طواف کرتے وقت اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے ہیں۔ بیت المعمور ان لوگوں کے واسطے قبلہ ہے جو ساتوں آسمان پر قیام پذیر ہیں خواہ فرشتے یا انسان اور جو کوئی بھی ہیں۔ دورانِ معراج جناب رسالت مآبؐ کی ملاقات آپؐ کے دادا جناب ابراہیمؑ سے اس وقت ہوئی جبکہ جناب خلیلؑ اپنی کمر بیت المعمور کی دیوار سے لگائے کھڑے تھے۔ اور یہ ابراہیمؑ خلیل ہی تھے جنہوں نے زمین پر کعبہ کو دوبارہ تعمیر کیا تھا، ظاہر ہے کہ انہیں انعام کے طور پر اللہ تعالیٰ نے اعلیٰ مقام یعنی بیت المعمور کی قربت عطا فرمائی۔

سورۃ النجم (۵۳) کی آیت (۱۸) میں فرمایا گیا ہے کہ:

”بے شک اس (محمدؐ) نے دیکھی بہت بڑی نشانی اپنے رب کی (دورانِ معراج)“۔

ایک روایت کا بیان کرنا یہاں مناسب رہے گا، کہا گیا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے اپنے ارادے کا اظہار فرشتوں سے فرمایا اور کہا ”میں زمین کے لیے اپنا نائب مقرر کرنے کے لیے آدم کی تخلیق کرنے والا ہوں“۔ تو اس پر فرشتوں نے اپنی حیرت کا اظہار کیا اور عرض کیا ”کیا آپ وہاں بھیجیں گے ان کو جو وہاں فساد برپا کریں گے اور خون بہائیں گے، جبکہ ہم آپ کی شان میں آپ کی تعریفیں بیان کرتے ہیں اور آپ کا شکر ادا کرتے ہیں“۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ”میں جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے“۔ (سورۃ البقرہ آیت ۳۰)

اس بات کا امکان ہے کہ فرشتوں نے سوچا ہوگا کہ یہ نئی مخلوق زمین پر جاکر ویسے ہی ہنگامہ و فساد برپا کرے گی جیسا کہ جنات وہاں کرتے رہے یا یہ بھی ہوسکتا ہے کہ فرشتوں کو آدم کے خواص سے بھی آگاہ کردیا گیا ہو۔ بہرحال اللہ تعالیٰ نے ان کی بات کو رد تو نہیں کیا، لیکن یہ فرمایا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی حکمت سے واقف نہیں ہیں کہ وہ آدم کو کیوں خلق کرنا

چاہتا ہے اور پھر اسے زمین پر بھیجنا چاہتا ہے۔

لیکن کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا جواب اتنا متکبرانہ، رعب دار اور جلالی تھا جو کہ فرشتوں نے محسوس کیا اور انہیں گمان ہوا کہ کہیں انہوں نے اپنے رب کو ناراض تو نہیں کردیا اور اس احساس پر ہی وہ خوفزدہ ہوگئے کہ کہیں اللہ کا عذاب ان کا احاطہ نہ کرلے۔ انہوں نے کیوں کہ اللہ تعالیٰ کو کوئی جواب دیا، اس لیے انہوں نے فوری طور پر عرش کی پناہ لے لی اور پھر اس کا طواف شروع کردیا اور اپنے رب کی تسبیح کرنے لگے۔ ان کا مطلب یہ ظاہر کرنا تھا کہ وہ اپنی بات پر از خود شرمندہ ہیں اور اللہ کی معافی کے خواستگار ہیں۔ فرشتوں کو اس طرح سے عبادت کرتے ہوئے دیکھ کر ان کی عاجزی اور معافی طلب کرنے کے طریقہ اور عبادت کو اللہ تعالیٰ نے پسند فرمایا۔ اور انہیں حکم دیا کہ وہ عبادت کے لیے گھر بنائیں جو عرش کے نیچے ہو اور وہی گھر بیت المعمور کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ اس کے بعد فرشتوں کو حکم دیا گیا کہ وہ اب عرش کے بجائے اس گھر کا طواف کریں۔ گویا کہ بیت المعمور کا طواف عرش کے طواف کا نعم البدل بنا دیا گیا اور اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے آسانی پیدا کردی کیونکہ عرش کا طواف یقیناً بہت ہی مشکل ہوگا کیونکہ عرش تو آسمانوں اور زمین پر محیط ہے۔

معلوم یہ ہوتا ہے کہ یہ عرش کا طواف قیامت تک کے لیے ملتوی کردیا گیا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے سورہ الزمر (۳۹) کی آیت (۷۵) میں فرمایا ہے کہ:

”تم دیکھو گے فرشتوں کو عرش کے گرد ہر طرف سے تعریفیں کرتے ہوئے اپنے رب کی“۔

اس کے علاوہ سورۃ الحاقہ (۶۹) کی آیت (۱۷) میں فرمایا گیا کہ:

”اور فرشتے اللہ کے عرش کے گرد ہوں گے اور آٹھ فرشتے قیامت والے دن اپنے اوپر تمہارے رب کا عرش اٹھائے ہوئے ہوں گے“۔

(ج) طواف کعبہ:

چونکہ کعبہ کی موافقت و مناسبت بیت المعمور کے ساتھ ہے اور بیت المعمور کی موافقت عرش کے ساتھ، اس لیے کعبہ عرش کے ساتھ بھی موافقت رکھتا ہے اور اس کا متبادل ہے۔ اس لیے طواف کعبہ کوئی معمولی بات نہیں، یہ ایسا ہی ہے کہ جیسا آپ نے بیت المعمور کا

طواف کیا اور گویا کہ عرش کا طواف کیا۔ اسی لیے تو اللہ تعالیٰ نے کعبہ کو اپنا گھر قرار دے کر کعبہ کو عرش کا قائم مقام بنا دیا۔

اس لیے جب حاجی کعبہ کا طواف کرتے ہیں تو انہیں سمجھ لینا چاہیے کہ ان کے لیے یہ بہت ہی قدر و منزلت کا مقام ہے اور ان کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ اعزاز حاصل ہوا اور یہ عزت بخشی گئی کہ وہ عرش اور بیت المعمور کے قائم مقام کعبہ کے گرد طواف کرتے ہوئے جب اللہ تعالیٰ کا ذکر و فکر کرنے کی سعادت حاصل کرتے ہیں تو وہ انبیاء کے ساتھ ساتھ فرشتوں کی سنت بھی ادا کرتے ہیں۔ ان کو یہ معلوم ہونا چاہیے کہ طواف کرتے وقت وہ اللہ کے گھر کے گرد طواف کر رہے ہیں۔ اور اس طرح سے وہ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ بالکل اسی طرح سے جس طرح کہ فرشتوں نے کوشش کی تھی عرش کے طواف کی۔ وہ اللہ تعالیٰ کی حضوری میں حاضر ہیں اس کے گھر کے در پہ ہیں فقیروں کی طرح اس سے بخشش کی خیرات لینے کے لیے۔ اس سے رحم اور فضل اور اس کا کرم اور اس سے مغفرت مانگنے کے لیے آئے ہیں۔ اس لیے انہیں بہت احتیاط سے رہنا چاہیے اور بے انتہا ادب کے ساتھ عاجزی اور انکساری کے ساتھ اپنے مالک کے حضور گڑگڑاتے ہوئے، اپنی غلطیوں کو، گناہوں کو اور اپنی کوتاہیوں کو اور اپنی نافرمانیوں کو معاف کرانے کے لیے۔ اپنے اللہ کے حضور یہ جانتے ہوئے کہ اللہ تعالیٰ ان کے سامنے جلوہ افروز ہے اور جب وہ ان سے راضی ہو جائے گا تو انہیں معافی بھی مل جائے گی اور اس سے انعام و اکرام بھی پائیں گے۔ وہ ایسا سخی ہے کہ اپنے در سے کسی سائل کو خالی ہاتھ واپس نہیں کرتا۔ پس اُسے خوش کرنے کی کوشش کریں اور اُسے راضی کرنے کی کوشش کریں، جیسا کہ ایک غلام اپنے آقا کو خوش کرنے کی کوشش کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے طواف کا حکم اپنے بندوں کو سورۃ الحج (۲۲) کی آیت (۲۹) میں دیا ہے اور فرمایا ہے کہ:

"پھر لوگوں کو چاہیے کہ اپنا میل کچیل دور کریں اور اپنے واجبات کو پورا کریں اور اس قدیم گھر کا طواف کریں"۔

طواف کعبہ پرانے وقتوں سے کیا جا رہا ہے، یعنی کہ جناب ابراہیم خلیلؑ کے زمانے

سے اور جناب اسمٰعیلؑ کے زمانے سے۔ لیکن اس کے بعد اس عبادت کی اصل روح ختم ہوگئی اور اس میں خرابیاں پیدا ہوگئیں۔ یہ اس وقت ہوا جب عربوں میں بت پرستی کا دور دورہ شروع ہوا اور طواف میں بے شرمی کی حد تک بدعات پیدا ہوگئیں جس کی مذمت اللہ تعالیٰ نے سورہ اعراف (۷) کی آیات (۲۸) تا (۳۰) میں کی ہے۔

امام ابن کثیرؒ نے سورۃ اعراف کی آیت (۲۸) کی تفسیر کرتے ہوئے لکھا کہ "میں کہتا ہوں کہ عرب ماسوائے قریش کے طواف برہنہ حالت میں کرتے تھے۔ وہ کہتے تھے کہ وہ ایسا لباس پہن کر طواف نہیں کریں گے جس سے اللہ کے احکام کی خلاف ورزی ہو۔ اور جہاں تک قریش کا تعلق ہے انہیں حُمس کہا جاتا تھا اور وہ اپنے روزمرہ کے کپڑوں میں طواف کرتے تھے اور جو کوئی بھی کسی حمس سے احرام خریدتا وہ ہی طواف کر سکتا تھا اور ایک مرتبہ طواف کے بعد وہ لباس کوئی دوسرا یا دوسری مرتبہ استعمال نہ ہو سکتا تھا۔ اس طرح سے جو کوئی اہل قریش سے احرام نہ خرید سکتا وہ پھر بغیر لباس کے یعنی بغیر احرام کے طواف کرتا اور عورتیں بھی ایسا ہی کرتیں، لیکن رات کے وقت"۔

قریش چونکہ کعبہ کے متولی تھے اس لیے حاجیوں کے لیے انہوں نے یہ شرط عائد کر رکھی تھی اور ظاہر ہے کہ یہ ان کی کمائی کا ایک ذریعہ تھا۔ عرب کے بدوؤں میں ہر کوئی اس قابل نہ ہوتا کہ وہ احرام خرید سکتا اور چونکہ طواف کرنا ان کے لیے اہم تھا اس لیے انہوں نے بغیر کپڑوں کے ہی طواف کرنا گوارا کیا۔ یوں کہیے کہ ایک برائی نے ایک دوسری بڑی برائی کو جنم دیا اور اس برائی کو اس وقت کے معاشرے نے گوارہ کر لیا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے اس برائی کی مذمت سورہ اعراف کی آیت (۲۸) میں فرمائی جس میں کہا گیا کہ:

"اور وہ لوگ جب کوئی فحش کام کرتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم نے اپنے باپ دادا کو اسی طریقے پر پایا اور اللہ نے بھی ہمیں یہی بتلایا۔ کہیں (اے نبیؐ) کہ اللہ تعالیٰ فحش بات کی تعلیم نہیں دیتا۔ کیا اللہ کے ذمہ ایسی بات لگاتے ہو جو تم جانتے نہیں"۔

پھر اس کے بعد سورہ اعراف کی آیت (۲۹) میں فرمایا گیا کہ:

"آپ کہہ دیں کہ میرے رب نے حکم دیا انصاف کرنے کا اور یہ کہ تم ہر سجدہ کے

وقت اپنا رخ سیدھا رکھا کرو اور اللہ کی عبادت ایسے کیا کرو کہ وہ خاص اللہ کے لیے ہی ہو اور تم دوبارہ ویسے ہی پیدا ہو گے جیسے کہ پہلے پیدا ہوئے تھے''۔

آخر کار جناب رسولؐ اللہ اور آپ کی امت کے لیے اللہ تعالیٰ نے طواف کرنے کے لیے ایک لباس مقرر فرمادیا۔ جو دو سفید چادروں پر مشتمل ہے، جو صاف ستھری ہوں ایک جسم کے اوپر والے حصے کے لیے اور دوسری نچلے کے لیے، یہ تو لباس ہے مردوں کے لیے اور خواتین کے لیے ان کا عام روزمرہ کا لباس ہے، جس میں ان کا چہرہ، ہاتھ اور پاؤں کھلے ہوں۔

اس بات کا خیال رکھنا چاہیے کہ طواف کرتے وقت کی حالت بالکل ایسی ہی ہوتی ہے جیسا کہ نماز کی حالت۔ امام ترمذیؒ نے لکھا ہے کہ جناب رسالت مآبؐ نے فرمایا کہ: ''کعبہ کے گرد طواف ایسا ہی ہے جیسا کہ صلوٰۃ، اس میں فرق صرف اتنا ہی ہے کہ تم اس کے درمیان بول سکتے ہو، اس لیے جو کوئی بھی طواف کی حالت میں گفتگو کرے تو اچھی گفتگو کرے''۔

(د) حجرِ اسود:

یہ کہا جاتا ہے کہ کالے پتھر کا یہ ٹکڑا جنت سے لا کر کعبہ کے سامنے والی پہاڑی ابوقبیس پر لا پھینکا گیا اور وہاں سے جناب ابراہیمؑ نے اسے اٹھا کے کعبہ کی دیوار کے ایک کونے میں لگادیا۔ یہ بھی کہا گیا کہ یہ سیاہ پتھر اللہ کے سیدھے ہاتھ کی نمائندگی کرتا ہے جو لوگوں سے ہاتھ ملاتا ہے۔

امام ترمذیؒ نے ابن عباسؓ کی ایک روایت لکھی ہے کہ جناب رسولؐ اللہ نے فرمایا کہ ''سیاہ پتھر جب جنت سے لایا گیا تھا تو وہ دودھ کی طرح سفید تھا لیکن لوگوں کے گناہوں کی وجہ سے سیاہ ہو گیا''۔

بخاریؒ اور ترمذیؒ نے عامر ابن ربیعؓ کے حوالے سے لکھا ہے کہ ''میں نے عمر بن خطابؓ کو حجر اسود کو بوسہ دیتے ہوئے دیکھا اور انھیں کہتے ہوئے سنا کہ ''میں اچھی طرح سے جانتا ہوں کہ تم ایک معمولی پتھر ہو اور تمہاری کوئی طاقت نہیں کہ تم کوئی فائدہ یا نقصان پہنچا سکو۔ اگر میں نے جناب رسولؐ اللہ کو نہ دیکھا ہوتا کہ آپؐ نے تمھیں بوسہ دیا تھا تو میں تمھیں کبھی بوسہ نہ دیتا''۔

یہ قیاس کیا جاسکتا ہے کہ اس پتھر کو بوسہ دینے سے ہم ایک روحانی تعلق کے ساتھ

ساتھ جسمانی تعلق بھی پیدا کرتے ہیں ان شخصیات سے جو اللہ تعالیٰ کو محبوب اور ہمارے لیے قابلِ قدر ہیں۔ ان شخصیات میں بلاشبہ ہمارے محبوب اور اللہ کے محبوب جناب رسالت مآبؐ اور ان کے دادا جناب اسمٰعیلؑ اور جناب ابراہیمؑ کے ہاتھ اور لب مبارک اس پتھر کے ساتھ لگے ہوں گے اور اسی جگہ کو چومنے کی سعادت ہمیں مل رہی ہے، یعنی ان ہستیوں کے اور ہمارے لب اسی ایک جگہ کو چھو کر ایک دوسرے سے جسمانی تعلق پیدا کر رہے ہیں بے شک یہ تعلق اس وقت تک پیدا نہیں ہو سکتا جب تک کہ آپ اس بات کا احساس اور ادراک پیدا نہ کرلیں اور اس جذبہ محبت و عقیدت کو مدنظر نہ رکھیں۔

(ہ) رُکنِ یمانی:

چونکہ کعبہ کا جنوبی کونے کا رخ جنوب کی طرف ہے اور اسی طرف ملک یمن ہے اس لیے اسے رکن یمانی کہتے ہیں جیسا کہ اس کا شمالی کونا رکن عراقی اور مغربی کونے کو رکن شامی کہا جاتا ہے۔

لیکن رکن یمانی کے متعلق یہ بھی کہا جاتا ہے کہ لفظ یمانی نکلا ہے لفظ یمین سے۔ جس کا مطلب ہے داہنے ہاتھ والا اور اسے اچھائی سے تعبیر کیا گیا ہے یعنی خوش بختی سے۔ جیسے سورہ واقعہ (۵۶) کی آیت (۲۷) میں کہا گیا ہے ''وَاَصْحٰبُ الْیَمِیْنِ'' یعنی داہنے ہاتھ والے لوگ اور پھر ان کی خوش بختی کا بیان کیا گیا ہے۔ اس لیے اس کونے کو ہاتھ لگا کر اس ہاتھ کا بوسہ لیا جاتا ہے جبکہ حجرِ اسود کا بوسہ لیا جاتا ہے اور یہی دستور شروع سے چلا آرہا ہے اور جناب رسولؐ اللہ نے بھی اسی کو جاری رکھا۔ اس کے بارے میں ایک روایت یہ بھی ہے کہ کعبے کا یہ کونا اس کی تعمیرِ نو کے وقت جب ابراہیمؑ نے شروع کی تھی تو فرشتوں نے آپ کو یہی کونا کھود کر اس کی بنیادیں ظاہر کرائی تھیں اور یہاں سے ہی کعبہ کی تعمیر شروع کی گئی تھی۔

(و) مقامِ ابراہیمؑ:

کعبہ کے سامنے ایک پتھر کا ٹکڑا رکھا ہوا ہے جو جناب ابراہیمؑ کے اس وقت زیر استعمال رہا جب وہ کعبہ کی تعمیرِ نو کر رہے تھے یعنی اس پر کھڑے ہو کر کعبہ کی دیوار کی چنائی کرتے اور اس دوران جناب اسمٰعیلؑ ان کی مدد کرتے۔ یہ پتھر کا ٹکڑا نبوت کی جلالی کیفیت کی وجہ سے جناب ابراہیمؑ کے پاؤں کی جگہ سے نیچے دب گیا اور جناب ابراہیمؑ کے پاؤں

کے نشانات پتھر پر آ گئے۔ یہ عمل کیونکہ ایک معجزے کی صورت میں اللہ تعالیٰ کی مرضی سے ہوا چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان نشانات کو اپنی نشانی قرار دیا اور حکم دیا کہ اس نشان کے پاس جا کر کعبہ کا ہر زائر دو رکعت صلوٰۃ ادا کرے۔ یہ حکم سورۃ بقرہ (۲) کی آیت (۱۲۵) میں موصول ہوا جس میں فرمایا گیا کہ:

"اور (وہ وقت بھی قابل ذکر ہے) جس وقت ہم نے کعبہ کو لوگوں کا عبادت خانہ اور مقام امن بنایا (تو پھر) مقام ابراہیم کو صلوٰۃ کی جگہ بنایا کرو۔ اور ہم نے ابراہیم اور اسمٰعیل کو حکم دیا کہ میرے اس گھر کو خوب پاک رکھا کرو، زائرین کے واسطے اور رکوع وسجدہ کرنے والوں کے واسطے"۔

اسی طرح سے سورۃ آل عمران (۳) کی آیت (۹۷) میں فرمایا گیا کہ:

"اس (کعبہ) میں کھلی نشانیاں ہیں اور ان میں ایک مقامِ ابراہیم ہے، جو شخص اس میں داخل ہو جائے وہ امن حاصل کر لیتا ہے، اور لوگوں کے لیے اس گھر کا حج کرنا مقرر کر دیا ہے، جو وہاں جانے کی استطاعت رکھتے ہیں"۔

امام بخاریؒ نے جناب ابن عمرؓ کی ایک روایت قلمبند کی ہے، کہ جناب رسولؐ اللہ مکہ پہنچے، کعبے کا طواف کیا، سات مرتبہ اور پھر مقام ابراہیم کے پاس دو رکعت صلوٰۃ ادا کی اور پھر آپؐ صفا کی طرف روانہ ہوئے۔

بے شک اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ "بے شک! اللہ کے رسولؐ تمہارے لیے مثال ہیں"۔

(ز) صفا و مروہ کی سعی:

صفا و مروہ کی سعی کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا فرمان سورۃ البقرہ (۲) کی آیت (۱۵۸) میں ہے جس میں بیان کیا گیا ہے کہ:

"بلاشبہ! صفا اور مروہ اللہ تعالیٰ کی یادگار نشانیوں میں سے ہیں، اس لیے اس میں کوئی گناہ نہیں ہے کہ جو شخص عمرہ ادا کرے یا حج کرے، وہ ان کے درمیان طواف کرے اور جو کوئی بھی اپنی مرضی سے کوئی اچھائی کرے تو پھر اللہ اس خیر کی بہت قدردانی فرماتے ہیں اور وہ اس خیر کرنے والے کی نیت کو خوب پہچانتے ہیں"۔

امام احمدؒ نے لکھا ہے کہ عروہ نے کہا کہ اس نے ام المومنین سیدہ عائشہؓ سے اس بارے میں دریافت کیا کہ اس جملے میں کہ: "اس بارے میں کوئی گناہ نہیں ہے کہ صفا اور مروہ کے درمیان طواف کرے"، کا کیا مطلب ہے جو کہ آیت بالا میں کہا گیا ہے۔ ام المومنین نے پھر فرمایا کہ ان الفاظ کا تعلق انصار کے ایک رواج سے ہے جو ان کے ہاں مقبول تھا جہالت کے دور میں۔ اس میں انصار مدینہ احرام باندھ کر اپنے بت منات کے حج کو جاتے تھے اور اس کی پوجا بھی کیا کرتے تھے۔ وہ لوگ جو منات کا حج کیا کرتے تھے ان لوگوں کو مسلمان بننے کے بعد یہ تردد ہوا کہ وہ صفا اور مروہ کا طواف کر کے کہیں منات کے حج ہی کی طرح تو نہیں کر رہے۔ اس لیے انہوں نے اس بارے میں جناب رسولؐ اللہ سے ایمان لانے کے بعد رجوع فرمایا۔ اس پر آیت مذکورہ بالا کا نزول عمل میں آیا اور پھر یہ عمل یعنی طواف صفا و مروہ کے دوران اللہ تعالیٰ کا ذکر و فکر کرنا سنت رسولؐ اللہ بن گیا۔

(ح) طواف صفا و مروہ کا اجرا:

امام ابن کثیرؒ نے ابن عباسؓ کی روایت سے لکھا ہے کہ جناب رسولؐ اللہ نے فرمایا کہ طواف صفا و مروہ کی ابتدا ہوئی۔ جناب ابراہیم خلیل کی زوجہ سیدہ ہاجرہؓ جو والدہ ماجدہ تھیں جناب اسمٰعیل کی۔ جب وہ پریشانی کے عالم میں اپنے بچے اسمٰعیل کی زندگی بچانے کی غرض سے پانی کی تلاش میں صفا سے مروہ تک آتیں اور جاتیں کہ شاید کہیں پانی کے آثار نظر آ جائیں۔ یہ واقعہ اس وقت کا ہے جب جناب ابراہیم اس صحرا میں جو پھر مکہ شہر میں تبدیل ہو گیا اپنی صاحبہ ہاجرہؓ اور اپنے شیر خوار بچے اسماعیل کو اللہ کے حکم سے وہاں چھوڑ کر چلے گئے تھے۔ جب سیدہ نے یہ سمجھ لیا کہ اب تو ان کا بچہ اس بیابان میں بغیر پانی زندہ نہ رہ سکے گا تو انہوں نے اس پریشانی کے عالم میں اپنے رب کو اپنی مدد کے لیے پکارا۔ ان کی حالت اس وقت جب وہ اپنے رب کے آگے پکار کر رہی تھیں تو نہایت ناگفتہ بہ تھی، کہ عاجزی و انکساری، خوف و امید اور آہ و بکا کی کمترین حالت میں اپنے رب کے حضور اپنی بے بسی کا اظہار کر رہی تھیں۔ اس حالت میں صحرا کی تنہائی اور موت کا خوف بھی حائل ہوگا اور بچے کی زندگی کا خوف علیحدہ ہوگا اور اس کے ساتھ ساتھ اپنے مالک کی مرضی بھی ملحوظ

خاطر ہوگی۔ لیکن مالک نے اپنی غلام کی آواز سنی، ان کی عاجزی اور بے کسی اور آہ و بکا کی حالت میں اپنے مالک کا پکارنا مالک کو اچھا لگا اور پھر رب کریم نے ان کی مصیبت، پریشانی اور مجبوری اور تکلیف دور فرمائی اور انہیں پانی کا چشمہ عطا فرمایا جو بچے اسماعیل کے قدموں کے نیچے سے اللہ تعالیٰ نے جاری و ساری کیا۔ جب اس چشمے کا پانی بہہ کر آگے جانے لگا تو سیدہ نے سمجھا کہ پانی کہیں دور نہ چلا جائے چنانچہ آپ نے فرمایا "زم زم" یعنی ٹھہر جا ٹھہر جا۔ تو پانی رک گیا اور وہیں ٹھہر گیا۔

لہٰذا اللہ تعالیٰ کو سیدہ ہاجرہ کی یہ ادا پسند آئی اور اس میں پسند آنے کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ اس محترم خاتون نے اس مصیبت و خوف کے عالم میں نہ صرف اس اضطرابی کیفیت کا سامنا کیا بلکہ اس حالت میں اپنے مالک کی تسبیح، ذکر اور ثناء اپنی زبان پر جاری رکھا اور مالک سے مدد کی درخواست بھی جاری رکھی تو اللہ تعالیٰ کو ان کا اس حالت زار میں اس کی تسبیح کرنا اچھا لگا اور اسے اللہ تعالیٰ نے رہتی دنیا تک اپنے بندوں کو جاری و ساری رکھنے کا حکم صادر فرما دیا۔

چنانچہ زائرین کعبہ جب صفا و مروہ جائیں تو وہ دل میں عبودیت کا وہ جذبہ پیدا کریں جو سیدہ ہاجرہ کے قلب میں تھا اور اسی عاجزی و انکساری اور یقین کے ساتھ اپنے رب کو راضی کرنے کی کوشش کریں۔

(ط) حج و عمرے کا حکم:

اللہ تعالیٰ نے سورۃ آل عمران (۳) کی آیت (۹۷) میں حکم صادر فرمایا کہ:

"اور حج اس گھر (کعبہ) کا اللہ کے لیے ذمہ ہے ان لوگوں پر جو استطاعت رکھتے ہوں اس سفر کے تکمیل کی۔ اور پھر جو کوئی انکار کرے گا تو پھر اللہ کو ایسے لوگوں کی (یعنی انس و جن کی) کوئی ضرورت نہیں"۔

اس کے علاوہ سورہ بقرہ (۲) کی آیت (۱۹۶) میں حکم دیا گیا ہے کہ: "اور ادا کرو حج و عمرہ اللہ کے لیے"۔ اور اس کے بعد حج کے تمام ارکان بیان کیے گئے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق حج فرض کیا گیا ہے ہر ایمان والے شخص پر کم از کم ایک مرتبہ اس کی زندگی میں۔ اگر وہ شخص حج کا خرچہ اور اپنے اہل کا خرچہ جنہیں وہ چھوڑ کر جا رہا

ہو برداشت کر سکتا ہو۔ اس پر یہ بھی فرض ہے کہ وہ اپنے گھر والے دوسرے افراد کو بھی حج کرائے اگر وہ خرچ کر سکتا ہے تو۔

حج جناب ابراہیم اور اسمٰعیل کے دور میں فرض کیا گیا تھا، تا کہ لوگ جا کر اللہ کے گھر حاضری دیں اور اس کی تسبیح و ثناء بیان کریں۔ بنیادی رکن تو حج کے یہ تھے کہ کعبہ کے طواف کے بعد عرفات میں ٹھہریں اور قربانی کے بعد حج پورا کریں۔ لیکن بعد میں جب لوگ دین ابراہیم کو چھوڑتے چلے گئے اور اس سے کنارہ کشی اختیار کر لی تو پھر انہوں نے بتوں کی طرف رجوع کر لیا اور کفر اور شرک میں مبتلا ہو گئے۔ اس کے بعد انہوں نے حج کرنا تو نہ چھوڑا لیکن حج کے طریقہ کار کو مسخ کر دیا۔ اللہ کے شریک بنائے اور ان شریکوں کے لیے قربانیاں کرنے لگے اور اللہ کے گھر کو بت کدہ بنا کے اس کا طواف شروع کر دیا۔

جناب رسالت مآبؐ نے اعلان نبوت سے پہلے اور بعد کفار کے ساتھ بھی حج کیا۔ جبکہ آپؐ مکہ میں ہی تشریف فرما تھے۔ لیکن مدینہ تشریف لے جانے کے بعد آپؐ صرف ایک ہی مرتبہ عمرہ کر سکے اور وہ بھی صلح حدیبیہ کے بعد مسلمانوں کو نویں ہجری میں موقع ملا کہ وہ اپنے طریقے سے حج کر سکیں لیکن کافروں نے بھی ان کے ساتھ اپنے جاہلانہ طریقے سے حج کیا۔ اسی لیے اس سال جناب رسولؐ اللہ حج ادا نہ کر سکے کیونکہ انہوں نے گوارہ نہ کیا کہ وہ کفار و مشرکین کے ساتھ حج ادا کریں۔ چنانچہ اسی دوران اللہ تعالیٰ نے حکم صادر فرمایا کہ آئندہ انہیں حج کے لیے اجازت نہ ملے گی اگر انہیں حج کرنا ہے تو وہ ایمان کے دائرے میں داخل ہو کر اللہ کے حکم کے مطابق حج کریں۔ اس کے ساتھ ہی مسلمانوں کے لیے کم از کم ایک مرتبہ پوری زندگی میں حج کرنا فرض کر دیا گیا۔

اس بارے میں جناب رسولؐ اللہ کا بھی قول ہے کہ "حج ایک ہی بار ہے سو جو بھی زیادہ مرتبہ کرتا ہے تو یہ ضروری نہیں"۔ (ابو داؤد و احمد)

یہ عرض کرنا بہت ضروری ہے کہ ابن حبان نے اپنی صحیح اور البیہقی دونوں نے ایک حدیث قدسی نقل کی ہے کہ جناب رسولؐ اللہ نے فرمایا کہ "فرمایا اللہ تعالیٰ نے کہ بے شک ایک غلام جسے میں نے تندرست جسم عطا کیا ہو اور اس کو میں نے استطاعت بھی دی ہو اور

اسے پانچ برس گزر جائیں اور وہ میرے پاس نہ آئے (حج کے لیے) تو پھر وہ محروم رہا"۔

اس کے علاوہ درج ذیل اقوال رسول اللہ برائے حج پیش خدمت ہیں:

i) حج مبرور (مقبول) کے لیے کوئی صلہ نہیں سوائے جنت کے۔ (بخاری و مسلم)

ii) بوڑھوں، کمزوروں اور عورتوں کا جہاد ان کا حج مبرور ہے۔ (نسائی)

iii) عمرے سے عمرے تک باعث بخشش ہے جو ان کے درمیان ہوا اور کوئی اجر نہیں حج مبرور کا جنت کے علاوہ۔ (بخاری)

iv) جو کوئی روکا نہیں گیا کسی خاص وجہ سے یا بیماری کی وجہ سے یا کسی جبر کی وجہ سے اور وہ حج نہیں کر سکا تو اگر وہ چاہے تو اسے مرنے دو یہودی یا عیسائی ہو کر۔ (احمد و بیہقی)

(ی) حج رسالت مآبؐ:

جب نویں ہجری میں حج کا حکم اللہ کی طرف سے صادر ہوا سورۃ آل عمران کی آیت (۹۷) کے تحت تو جناب رسول اللہ نے فوراً ہی آئندہ حج جو کہ دسویں ہجری میں ہونا تھا اس کا ارادہ کر لیا۔ یہ آپؐ کا پہلا اور آخری حج تھا اس کے فرض ہونے کے بعد اسی لیے اس اکلوتے حج کو "حجۃ الوداع" کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ اس لیے کہ یہ جناب رسالت مآبؐ کا آخری دورہ تھا اپنی قوم سے خطاب کرنے کے لیے میدان عرفات اور منیٰ میں اور آخری دورہ تھا اللہ کے گھر کا، اور اپنے شہر مکہ کا۔ آخر کار اللہ تعالیٰ نے اپنے نبیؐ کو وہ دن دیکھنا نصیب فرمایا کہ آپؐ (۲۳) برس کی جدوجہد اور انتھک کوشش کے بعد اپنے گرد ایک لاکھ چوبیس ہزار پیروکار جمع کرنے میں کامیاب ہوئے۔ جنہیں آپؐ نے اپنے آخری دانشمندانہ خطاب سے بہرہ مند فرمایا اور یہ خطاب آپؐ نے وادی عرفات میں دس ہجری کے آخری ماہ ذی الحج کی نو (۹) تاریخ کو دیا۔

آپؐ کا یہ آخری خطاب آپؐ کی تمام زندگی کے علم اور تدریس کا بہترین نچوڑ اور خلاصہ ہے۔ آپؐ نے اپنی قوم تک جو علم پہنچایا اس میں الہامی علم جو آپؐ کو قرآن کی صورت میں ملا اور اس کے علاوہ آپؐ کو دانش کے ذریعہ ملا اور وہ الہامی علم جو قرآن کے علاوہ آپؐ کو حاصل ہوا اور وہ علم جو آپؐ کے ذاتی کردار پر محیط تھا۔

وہ دن ایسا یادگار اور تاریخی اہمیت کا دن تھا کہ جب اللہ تعالیٰ نے یہ اعلان بھی فرما دیا کہ اللہ کے رسول محمدؐ نے اپنا مشن مکمل کر لیا اور دین بھی مکمل ہو گیا۔ یہ حکم سورۃ المائدہ (۵) کی آیت (۳) میں نازل ہوا۔ جس میں فرمایا گیا کہ:

"آج کے روز تمہارے لیے تمہارے دین کو میں نے کامل کر دیا۔ اور میں نے تم پر اپنا انعام تمام کر دیا اور میں نے اسلام کو تمہارا دین بننے کے لیے پسند کر لیا"۔

پس دس ہجری میں جب جناب رسول اللہ نے اپنے حج کے ارادے کو ظاہر فرمایا تو مدینہ کے لوگ اور تمام عرب کے لوگ جو اس سفر پر جانے کی استطاعت رکھتے تھے انہوں نے حج پر جانے کی تیاری شروع کر دی اور مدینہ کے باہر ایسے لوگوں کے لیے ایک کیمپ لگا دیا گیا تاکہ وہ جناب رسالت مآبؐ کی قیادت میں حج کے لیے روانہ ہو سکیں۔

جناب رسالت مآبؐ نے ماہ ذیقعدہ کے آخری ہفتے میں حج پر روانہ ہونے سے پہلے غسل فرمایا اور اس کے بعد سیدہ عائشہؓ نے آپؐ کو خوشبو لگائی اور پھر آپؐ نے احرام زیب تن فرمایا۔

ابن کثیرؒ نے امام شافعیؒ، بخاری اور مسلم کے حوالے سے سیدہ عائشہؓ کی روایت نقل کی ہے کہ جناب رسول اللہ احرام پہننے سے قبل اور پھر اتارنے کے بعد غسل فرماتے اور خوشبو کا استعمال فرماتے"۔

راستے میں آپ ذوالحلیفہ کے مقام پر ٹھہرے تاکہ آپؐ کے ہمسفر احرام باندھ سکیں۔ آپؐ کے ساتھ قربانی کے جانور بھی تھے۔ جب آپؐ مکہ کی جانب روانہ ہوئے تو آپؐ نے تلبیہ کہنی شروع کر دی۔ جس کا مطلب تھا کہ "میں حاضر ہوں اے اللہ! میں حاضر ہوں، آپ کا کوئی شریک نہیں، میں حاضر ہوں۔ یقیناً تمام تعریفیں، عزت اور حکومت آپ ہی کی ہے آپ کا کوئی شریک نہیں"۔

یہ الفاظ جناب ابراہیمؑ کی اس پکار کے جواب میں آپؐ نے کہے جو انہوں نے اہل انسان کی ارواح کو دی تھی کہ وہ آئیں اللہ کے گھر کی طرف اور حج کریں اللہ کے گھر کا اور یہ انہوں نے اپنے رب کی ہدایت کے مطابق کیا تھا۔ جو سورۃ الحج (۲۲) کی آیت (۲۷) میں بیان کی گئی ہے جس میں فرمایا گیا ہے کہ:

"اور پکارو انسانوں کو حج کے لیے، وہ تمہاری طرف آئیں گے، پیدل اور ہر ایک دبلی اونٹنیوں پر بھی، وہ آئیں گے دور دراز راستوں سے اور پہاڑوں سے"۔

جناب ابراہیمؑ کو حکم دیا گیا تھا کہ وہ لوگوں کو بلائیں کہ وہ آ کر حج کریں۔ جب انہوں نے حیرانگی کا اظہار کیا کہ لوگ ان کی آواز کیسے سنیں گے تو اللہ تعالیٰ نے انہیں یقین دلایا کہ وہ ان کی آواز کو لوگوں تک پہنچا دیں گے اور وہ اس آواز کا جواب دیں گے اس لیے ہر ایک حاجی احرام باندھنے کے بعد جناب ابراہیمؑ کی پکار کا جواب دیتا ہے اور کہتا ہے کہ "اے اللہ! میں حاضر ہوں، اے اللہ! میں حاضر ہوں"۔

اس کے بعد جناب رسالت مآبؐ کا قافلہ مکہ پہنچا تو آپؐ نے سب کے ساتھ طواف کعبہ کیا، پھر صفا و مروہ کی سعی کی اور احرام کھول دیا۔ بالکل ایسے ہی جیسے کہ ہم اپنی صلوٰۃ سے باہر آتے ہیں۔

پھر جناب رسالت مآبؐ نے لوگوں سے فرمایا کہ وہ لوگ جو اپنے ساتھ قربانی لائے ہیں اپنے احرام کھول دیں اور وہ اپنے احرام دوبارہ حج شروع ہونے کے وقت پہنیں گے، جبکہ دوسرے تمام لوگ احرام میں ہی رہیں گے حج کرنے تک۔

اس کے بعد جناب رسولؐ اللہ نے حج شروع فرمایا اور منیٰ کے لیے روانہ ہو گئے اور یہ ذی الحجہ کی آٹھ تاریخ تھی۔ وہاں پر آپؐ نے ظہر، عصر، مغرب اور عشاء کی صلوٰۃ اور پھر فجر کی صلوٰۃ ادا کیں۔ اور پھر سورج طلوع ہونے کے بعد نو ذی الحج کو آپؐ وادی عرفات روانہ ہوئے اور نمرہ کے مقام پر خیمہ زن ہو گئے۔ اب اس مقام پر اسی نام سے یعنی مسجد نمرہ ہے، وہاں پر ظہر اور عصر کی صلوٰۃ اکٹھی پڑھیں اور پھر اس کے بعد جناب رسولؐ اللہ اپنے خیمے سے باہر تشریف لائے۔ اپنی اونٹنی پر سوار ہوئے اور عرفات کی پہاڑی کے قریب اپنی اونٹنی پر ہی بیٹھے ہوئے اپنی قوم سے خطاب فرمایا، جو حج کے لیے آپؐ ہی کے ساتھ آئے تھے۔ عرفات کے بعد دوسرے روز یعنی دس ذی الحج کو جب منیٰ تشریف لے گئے تو قربانی کے بعد پھر آپؐ نے قوم سے خطاب فرمایا یہ دونوں خطاب ایک ہی خطاب کے نام سے مشہور ہیں اور ریکارڈ میں ایک ساتھ درج کیے گئے ہیں اور یہی خطبہ "حجۃ الوداع" کے نام سے

یاد کیا جاتا ہے۔ یہ بات بتا دینا ضروری ہے کہ تمام کا تمام خطاب جناب رسالت مآبؐ کا ایک جگہ پر نہیں ملتا۔ اس لیے علماء اور مورخین نے خطاب کے ان حصوں کو جو مختلف ذرائع سے حاصل ہوئے اور ان پر تحقیق ہوئی کہ وہ خطابات جناب رسالت مآبؐ کے ہی ہیں تو انہیں جمع کیا۔ ان خطابات کے حصوں کا ذریعہ ابن اسحاقؒ، ابن ہشامؒ، بخاریؒ، مسلمؒ، داؤدؒ اور ترمذیؒ ہیں۔

جناب رسالت مآبؐ کا خطاب حج کے موقع پر اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا اور اس کی بڑائیاں اور تقدیس بیان کرنے کے بعد درج ذیل الفاظ میں بیان کیا جاتا ہے:

"اے لوگو! سنو غور سے جو میں کہہ رہا ہوں۔ میں نہیں جانتا کہ تمہیں کبھی ملوں گا اس جگہ پر دوبارہ اس سال کے بعد۔ یہ تمہارے لیے جائز نہیں، کہ کسی کا خون بہاؤ یا کسی کی ملکیت پر قبضہ کرو (غیر قانونی طریقے پر) یہ تمہارے لیے ایسا ہی حرام ہے جیسا کہ تم خون بہاؤ اس دن جیسا کہ آج کا روز ہے اور اس ماہ میں جیسا کہ آج کا حرمت والا مہینہ ہے اور ایسے حرمت والے شہر میں جیسا کہ یہ شہر مکہ ہے"۔

"خبردار! زمانہ جہالت کے تمام رسم و رواج اب میرے پاؤں کے نیچے ہیں، زمانہ جہالت کا خون اب معاف ہو چکا ہے سب سے پہلے خون کا بدلہ جو میں ختم کر رہا ہوں وہ ابن ربیعہ بن حارث کا خون ہے (یہ جناب رسولؐ اللہ کا چچازاد تھا، جس کی پرورش بنو سعد میں ہوئی تھی اور جسے ہذیل نے قتل کیا تھا) سود حرام کیا جا رہا ہے اور اس معافی کی شروعات میں عباس بن عبدالمطلب کے سود کی عام معافی سے کرتا ہوں (عباس آپؐ کے چچا تھے)، جو انہوں نے لوگوں سے وصول کرنا تھا یوں سمجھیے کہ وہ سارے کا سارا ادا ہو گیا"۔

"اے لوگو! اللہ سے ڈرو، عورتوں کے معاملے میں، بے شک تم نے انہیں اللہ کی ضمانت پر حاصل کیا تھا اور اللہ کے حکم سے ان کی ذات تم پر جائز قرار دی گئی۔ یہ تم پر لازم ہے کہ ان کے ازدواجی حقوق کی عزت کرو اور ان کے ساتھ شائستہ زبان اختیار کرو، ایسی زبان کہ اگر وہ تمہارے ساتھ اختیار کریں تو تم انہیں برا بھلا کہو۔ اگر تمہاری بیویاں تمہارے ساتھ اچھا برتاؤ کریں اور تمہاری وفادار رہیں تو انہیں اچھی طرح سے کھلاؤ اور پہناؤ"۔

"بے شک میں تمہارے پاس چھوڑ کر جارہا ہوں اللہ کی کتاب اور اپنی سنت، جسے اگر تم مضبوطی سے تھامے رہو گے تو تم کبھی بھی غلط راستے پر نہیں جا سکو گے"۔

"اے لوگو! میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا اور تمہارے بعد کوئی اور امت نہیں آئے گی اس لیے میں تمہیں ہدایت کرتا ہوں کہ اپنے رب کی عبادت کرو، پانچ وقت صلوٰۃ ادا کرو، رمضان کے مہینے میں روزے رکھو اور زکوٰۃ ادا کرو خوشی کے ساتھ۔ میں ہدایت کرتا ہوں تمہیں کہ اللہ کے گھر کا حج کرو اور ان کا حکم مانو جو تمہارے سربراہ بنائے گئے ہیں اور پھر تم کو انعام دیا جائے گا تمہارے رب کی جنت میں داخلہ"۔

"اور اگر تم سے سوال کیا جائے گا میرے متعلق تو پھر تم کیا کہو گے؟"

انہوں نے جواب دیا کہ "ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپؐ نے ہمیں پیغام حق پہنچا دیا اور اپنی ذمہ داریاں پوری کر دیں"۔

پھر جناب رسولؐ اللہ نے اپنی انگلیاں آسمان کی طرف بلند فرمائیں اور پھر لوگوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا: "اے اللہ! آپ گواہ رہیں"۔ یہ جملہ آپؐ نے تین مرتبہ دہرایا۔

جناب رسولؐ اللہ کا خطاب ساتھ ہی ساتھ اونچی آواز میں ربیعہ بن امیہ بن خلف دہراتے جاتے تاکہ زیادہ سے زیادہ لوگوں تک آپ کا پیغام پہنچ سکے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے سورہ مائدہ (۵) کی آیت (۳) کے ذریعہ یہ اعلان فرمایا کہ:

"آج کے دن میں نے تمہارا دین مکمل کر دیا تمہارے لیے، اور اپنی عنایات تمہارے اوپر مکمل کر دیں اور تمہارے لیے چن لیا اسلام کو تمہارا دین"۔

اس اعلان کو سنتے ہی جناب عمرؓ کی چیخ نکلی، جب ان سے پوچھا گیا کہ وہ کیوں چیخے؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ "عروج کے بعد ہمیشہ زوال آتا ہے"۔

اس کے بعد جناب بلالؓ نے نماز کے وقت کا اعلان کیا اور بعد میں اقامت کہی۔ پھر جناب رسالت مآبؐ نے ظہر اور عصر علیحدہ علیحدہ ایک ہی وقت میں صلوٰۃ ادا کیں۔ اس کے بعد آپؐ اپنی اونٹنی پر سوار ہو گئے اور پھر بعد از غروب آفتاب مزدلفہ کی طرف روانہ ہوئے۔ جہاں پر آپ نے مغرب اور عشاء کی صلوٰۃ ایک ہی اذان کے ساتھ پڑھیں اور پھر وہیں

لیٹ گئے اور صبح کے وقت بعد صلوٰۃ الفجر یعنی دس ذی الحج کی صبح کو منیٰ روانہ ہو گئے۔ وہاں آپؐ نے سات عدد کنکریاں بڑے جمرہ پر پھینکیں اور ہر کنکری پر "اللہ اکبر" پکارتے اور اس کے بعد آپؐ نے تلبیہ کہنا بند کر دی۔

یہاں یہ بتا دینا ضروری ہے کہ جمرات جمع ہے جمرہ کی۔ یہ ان تین جگہوں کی نشان دہی ہے جہاں شیطان نے کوشش کی تھی بہکانے کی جناب ابراہیمؑ کو اور جناب اسمٰعیلؑ کو اللہ کی راہ میں قربان کرنے اور قربان ہونے کے فیصلے سے جو انہوں نے اللہ کی رضا کی خاطر کیا تھا۔ ان تین میں پہلا جمرہ وہ ہے جہاں ابلیس نے جناب ابراہیمؑ کو بہکایا تھا اور دوسرا جمرہ وہ ہے جہاں ابلیس نے سیدہ ہاجرہؑ کو بہکایا تھا کہ وہ جناب ابراہیمؑ کو اس کام سے منع کریں اور تیسرا جمرہ وہ ہے جہاں ابلیس نے بہکایا تھا اسمٰعیلؑ کو کہ وہ اپنے آپ کو اس قربانی سے بچا لیں۔ تینوں ابلیس کے بہکانے پر فوراً جناب جبرئیل نے جناب ابراہیمؑ کو ان تینوں جگہوں پر کہا کہ وہ ابلیس کو سات سات مرتبہ کنکریاں ماریں جس پر وہ وہاں سے دفع ہو گیا۔ چنانچہ یہ کنکریاں مارنا ان تینوں جگہوں پر ایک تو سنت ابراہیمی کی یاد دلاتا ہے اور دوسرا امت کے لوگوں کو یہ یاد کراتا ہے کہ ابلیس تمہارے پیچھے تمہیں بہکانے کے لیے ہر وقت سرگرم رہتا ہے لہٰذا تمہیں یہ چاہیے کہ ہر وقت ابلیس کے شر سے اپنے آپ کو بچائے رکھو، ورنہ یہ تمہیں جہنم میں دھکیل کر رہے گا۔

یہاں آپ کی معلومات کے لیے یہ بتا دینا ضروری ہے کہ پہلے اور دوسرے جمرہ کا درمیانی فاصلہ (۱۵۰) ایک صد پچاس میٹر ہے اور پھر دوسرے سے تیسرے کے درمیان فاصلہ (۲۲۵) دو صد پچیس میٹر ہے اس طرح ان کا کل فاصلہ (۳۷۵) میٹر ہے۔

پھر جناب رسالت مآبؐ جانور قربان کرنے کی جگہ پہنچے جہاں آپؐ نے (۶۳) تریسٹھ اونٹ اپنے دست مبارک سے نحر کیے۔ اور بقیہ (۳۷) سینتیس اونٹ جناب علیؓ کے حوالے کر دیے کہ وہ آپؐ کی طرف سے نحر کر دیں۔ اس طرح سے آپؐ نے ایک صد اونٹ قربان کیے۔ اس قربانی کی تعداد میں یہ خاص بات ملتی ہے کہ جناب رسالت مآبؐ کی زندگی کی مطابقت سے آپ نے (۶۳) اونٹ بذات خود نحر فرمائے جبکہ آپؐ کی عمر مبارک بھی

(۶۳) برس ہی تھی۔ اور آپؐ قربانی والے دن کے ٹھیک نوے (۹۰) روز کے بعد اس دنیا سے رخصت ہو گئے تھے اور قربانی کی کل تعداد یعنی ایک صد اونٹ اس قربانی کی تعداد سے ملتے ہیں جو آپؐ کے دادا عبدالمطلب نے اپنے بیٹے عبداللہ جو کہ رسالت مآبؐ کے والد ماجد تھے ان کی جان بچانے کے عوض قربان کیے تھے۔

دس ذی الحج کے روز جناب رسالت مآبؐ نے اپنی قوم سے دوبارہ خطاب فرمایا اور جناب علیؓ اس خطاب کو زور دار آواز میں دہراتے رہے تاکہ دور دور تک لوگ سن لیں۔ جناب رسالت مآبؐ نے اللہ تعالیٰ کی بزرگی اور تقدیس بیان کرنے کے بعد فرمایا کہ:

"یہ وقت اس وقت سے مطابقت اختیار کر رہا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان پیدا فرمائے تھے۔ ایک سال بارہ ماہ پر مشتمل ہوتا ہے جن میں سے چار ماہ محترم ہوتے ہیں، جن میں تین تسلسل کے ساتھ آتے ہیں اور وہ ہیں ذیقعد، ذوالحج اور محرم جبکہ چوتھا ہے ماہ رجب۔ تو پھر یہ کون سا مہینہ ہے؟" آپ نے سوال کیا۔

لوگوں نے جواب دیا "اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں"۔ آپؐ چند لمحے خاموش رہے اس پر لوگوں نے گمان کیا کہ شاید آپؐ اس ماہ کا نام تبدیل کر رہے ہیں۔

"کیا یہ ذوالحج نہیں ہے؟" آپؐ نے حیرانگی سے پوچھا۔

ہاں، یہ ہے!" لوگوں نے جواب دیا۔

پھر آپؐ نے پوچھا: "یہ شہر کیا کہلاتا ہے؟"

لوگوں نے جواب دیا: "اللہ اور اس کے رسول بہتر جانتے ہیں"۔

آپ چند لمحوں کے لیے خاموش رہے تو لوگوں نے خیال کیا کہ آپ اس شہر کا کوئی دوسرا نام رکھ رہے ہیں۔

"کیا یہ البلدہ نہیں ہے (یعنی شہر مکہ)؟" آپ نے فرمایا۔

"ہاں یہ ہے"۔ لوگوں نے کہا۔

پھر آپؐ نے فرمایا: "آج کیا دن ہے؟"

لوگوں نے جواب دیا "اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں"۔

پھر آپؐ چند لمحوں کے لیے خاموش رہے اور حیرانگی سے پوچھا "کیا یہ یوم النحر (قربانی کا روز) نہیں؟"

"ہاں یہ ہے"۔ لوگوں نے جواب دیا۔

اس کے بعد جناب رسول اللہؐ نے خطاب فرمایا اپنی قوم سے اور کہا کہ:

"اے لوگو! ایک دوسرے کا خون بہانا اور کھانا یا لینا ایک دوسرے کا خورد و نوش کا مال (بغیر اجازت کے) اور تمہاری عزت، یہ سب کے سب ناجائز ہیں یعنی حرام ہیں۔ یہ بھی غیر قانونی ہے کہ ان کی عزت کو پامال کیا جائے۔ وہ ایک دوسرے کے لیے محترم ہیں جیسا کہ یہ محترم دن اس محرم ماہ کا اس محترم شہر میں"۔

"تم لوگ اپنے مالک کے پاس جاؤ گے واپس (موت کے بعد) وہاں پر تم لوگوں کو اپنے اعمال کا حساب دینا ہوگا۔ اس لیے ان لوگوں کی طرح تبدیل نہ ہو جانا جو پھر جاتے ہیں اپنے دین سے اور ایک دوسرے کو قتل کرتے ہیں"۔

"کیا میں نے تمہیں پیغام نہیں پہنچایا (اپنے رب کا)؟"

"ہاں! آپ نے پہنچا دیا"۔ لوگوں نے کہا۔

"اے اللہ! آپ گواہ رہیں! جو لوگ اس وقت حاضر ہیں وہ اس (پیغام) کو ان تک پہنچا دیں جو غیر حاضر ہیں۔ ہو سکتا ہے بہت سارے لوگ جن کو پیغام پہنچایا جائے گا وہ زیادہ توجہ کریں اس پر ان کی نسبت جو یہاں موجود ہیں"۔ آپؐ نے فرمایا۔

اس کے بعد تین روز یعنی گیارہ تا تیرہ ذوالحج تک جناب رسالت مآبؐ نے منیٰ میں ہی قیام فرمایا اور اللہ کی یاد میں مصروف رہے اور زائرین کی تدریس فرماتے رہے۔ آپؐ ان تین روز میں متواتر ہر روز صبح کے وقت تینوں جمروں پر سات سات کنکریاں پھینکتے رہے اور تیرہ تاریخ کو آپؐ مکہ تشریف لے گئے اور وہاں آپؐ نے طواف وداع یعنی الوداعی طواف کیا۔ اور یہ آپؐ کی زندگی کا آخری طواف تھا۔ اس کے بعد آپؐ نے چودہ (۱۴) تاریخ کو بیت اللہ کو، شہر مکہ کو بھی الوداع فرمایا اور مدینہ کے لیے روانہ ہو گئے۔

(ک) جناب رسالت مآبؐ کے حج کا ماحاصل:

i) سورۃ مائدہ (۵) کی آیت (۳) میں اللہ تعالیٰ نے اس بات کا اعلان فرمایا کہ اس نے دین اسلام کو مکمل فرمادیا اور جناب رسولؐ اللہ کا مشن پایۂ تکمیل تک پہنچ گیا۔ اس اعلان کے ذریعہ سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت و دانش میں سے جس قدر بھی علم حضرت انسان کو عطا فرمانا تھا اور جو پروگرام اللہ تعالیٰ نے سلسلہ پیغمبری کا اس واسطے چلایا تھا، کہ انسان کی تربیت اس کی سماجی اور سائنسی ترقی کے ساتھ ساتھ اس کی روحانی ترقی اور اخلاقی تعمیر اور تربیت (انبیاء کے ذریعہ سے) وقتاً فوقتاً کی جائے اُس کی تکمیل ہوگئی تھی۔ جس کے لیے اللہ تعالیٰ نے اپنا خاص علم الہام فرمایا اور انبیاء کو اس کے پھیلانے کا ذریعہ بنایا اور اس مقصد کے لیے اللہ نے ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء کو منتخب فرمایا، جس کی انتہا اور تکمیل جناب حیات محمدؐ پر ہوئی، یعنی دس ہجری کے بارھویں ماہ کی نو تاریخ کو وہ پروگرام پایہ تکمیل کو پہنچ گیا۔ اور پھر انسانیت کے لیے الہام کے دروازے بند کر دیے گئے اور ساتھ ہی نبوت کے دروازے بھی بند ہو گئے اور انسانیت اپنے عروج پر پہنچ گئی اور اب یہی رسالت محمدؐ اور الہام خداوندی جو قرآن اور سنت رسولؐ کی صورت میں ہے وہ قیامت تک انسان کی راہبری کرتے رہیں گے۔

درحقیقت اگر آپ غور فرمائیں تو یہ دن جس دن تکمیل الہام و نبوت و دین اسلام کا اعلان ہوا وہی اعلان حقیقت میں آمد قیامت کا اعلان بھی تھا۔ کیونکہ قیامت تک کا پروگرام اللہ تعالیٰ نے ظاہر کر دیا، کہ اب انسان کی مزید تربیت کی ضرورت نہیں رہی۔ اس نے اپنی تعلیم کا پروگرام مکمل کر لیا ہے اور اب اس کے امتحان کا وقت اپنے آخری مراحل سے گزر رہا ہے اور اب صرف اس کا نتیجہ نکلنے والا ہے اور وہ دن اب قریب ہی ہے۔

ii) جناب رسالت مآب نے اپنی دانشمندی اور حکمت کے جو الفاظ اپنی قوم کو بتانے تھے وہ آپؐ نے بتا دیے اور آپؐ نے یہ بھی ہدایت فرمادی کہ اللہ تعالیٰ کے احکامات کی پابندی کی جائے جو قرآن حکیم میں محفوظ کر دیے گئے ہیں اور اس کے بعد اُن حکیمانہ اقوال اور افعال میں محفوظ ہیں، جن پر جناب رسالت مآبؐ نے اپنی زندگی میں عمل

کر کے اپنی قوم کو بتادیا۔

iii) سب سے اہم نصیحت جو آپؐ نے فرمائی وہ تھی انسانیت کی عزت اور اس سے انصاف اور مسلمانوں کا بھائی چارہ، جس میں کوئی ایک دوسرے سے نہ حقیر تھا نہ برتر اور اس کی وجہ تو صرف تقویٰ ہے جو فضیلت رکھتا ہے اور کوئی بھی اپنے تقوے کا دعویٰ نہیں کر سکتا، بلکہ معاشرے کے لوگ خود دیکھ لیں گے کہ کون متقی ہے۔ بدقسمتی سے ہمارے ہاں جناب رسولؐ اللہ کے حکم کی اچھی خاصی نفی ہو رہی ہے، قوم کی ایک بہت بڑی تعداد اپنے آپ کو نسل کی بنیاد پر لوگوں پر ترجیح ہی نہیں دے رہی بلکہ ان پر حکومت کر رہی ہے، ان سے خراج وصول کرتی ہے اور بہت سے لوگ تقویٰ کا دعویٰ کر کے لوگوں کو اپنے شکنجے میں جکڑے ہوئے ہیں، ان سے نذرانے وصول کرتے ہیں اور ان کو اپنے سے کمتر درجے پر رکھتے ہیں۔

iv) جناب رسالت مآبؐ نے نصیحت فرمائی کہ جو لوگ وہاں موجود تھے اور آپؐ کے احکامات سن رہے تھے، وہ دنیا کے کونے کونے تک اس پیغام کو پہنچادیں اور اس کے لیے ممکنہ ذرائع استعمال کریں۔ اپنی استطاعت کے مطابق ہر مسلمان جو اللہ کا غلام ہے اس کا فرض ہے کہ اپنے صحیح علم کی بنیاد پر وہ قرآن اور سنت کا علم جہاں تک ہو سکے دوسروں تک پہنچادے۔ یہ عمل ان پر فرض کر دیا گیا ہے۔

v) حج کے جتنے بھی ارکان ہیں اس کے دو بنیادی مقصد ہیں، ایک تو یہ کہ انبیاء کی اور جنہوں نے اللہ کی خاطر تکلیفیں اٹھائیں ان لوگوں کی سنت کی یاد تازہ ہو اور دوسرا مقصد یہ ہے کہ ہر وقت اپنے مالک کی حمد و ثناء بیان کریں، اس کو راضی کرنے کی کوشش کریں اور اس سے اپنی کوتاہیوں کی، غلطیوں کی اور اپنے گناہوں کی معافی طلب کریں۔ اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کا یہ ایک منفرد اجتماعی موقع ہوتا ہے، کہ تمام دنیا کے مسلمان ایک ساتھ اللہ کو خوش اور راضی کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور اجتماعی طور پر اس سے بخشش طلب کرتے ہیں۔

باب پنجم

فضیلت مدینہ و مسجد نبوی

(۱) اللہ کے رسولؐ کے لیے خوشخبریاں

اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے اور رسولؐ کے لیے چند خوشخبریاں سنائی ہیں جو آپؐ کے لیے آخرت کے لیے رکھی ہیں ان میں چند بطور نمونہ پیش خدمت ہیں:

الف) سورۃ الضحیٰ (۹۳) آیت (۳-۵) میں فرمایا کہ:

"تمہارے رب نے (اے محمدؐ) نہ تو تمہیں نظر انداز کیا اور نہ ہی تم سے نفرت کی اور بے شک آخرت تمہارے لیے اس دنیا سے بہتر ہے اور بے شک تمہارا رب تمہیں عطا فرمائے گا اتنا کہ تم بہت خوش ہو جاؤ گے"۔

ب) سورۃ الکوثر (۱۰۸) آیت (۱) میں فرمایا گیا ہے کہ:

"بے شک ہم نے تمہارے لیے رکھا (اے محمدؐ) الکوثر"۔

(یہ ایک ایسا چشمہ یا دریا ہے جس سے رسالت مآبؐ قیامت کے روز ایمان والوں کو اس کا شربت عطا کریں گے جب کہ وہ پیاس سے ہلک رہے ہوں گے)

ج) سورۃ الفتح (۴۸) آیت (۲) میں فرمایا گیا کہ:

"اللہ تمہارے گناہ معاف فرمادے گا، پچھلے اور آئندہ کے بھی اور تمہارے اوپر اپنی مہربانیاں کمال تک پہنچادے گا اور تمہیں سیدھے راستے کی ہدایت عطا فرمائے گا"۔

(۲) جناب رسول اللہؐ کا جسد مبارک و لحد مبارک

امام احمد ابن ماجہ، نسائی اور ابوداؤد نے مختلف روایات سے لکھا ہے کہ جناب رسول اللہؐ نے نصیحت فرمائی کہ آپؐ کے لیے صلوٰۃ کا اہتمام کیا جائے خاص طور پر جمعہ کے روز۔ کیونکہ اس روز فرشتے بھی آپؐ کے لیے صلوٰۃ کہتے ہیں انسانوں کے ساتھ مل کر اور وہ صلوٰۃ و سلام جناب رسول اللہؐ کی خدمت میں پیش کیا جاتا ہے۔

کسی نے آپؐ سے سوال کیا، کہ کیا یہ ایسا ہی آپؐ کی وفات کے بعد بھی ہوگا؟ تو آپؐ

نے فرمایا کہ "اللہ تعالیٰ نے زمین کو منع فرمایا ہے کہ پیغمبروں کے اجسام کو کسی قسم کا نقصان پہنچائے اللہ کے نبی محفوظ رہتے ہیں اور اپنا رزق پاتے ہیں"۔

اس جواب میں وہ سوال بھی شامل ہو گیا کہ صلوٰۃ و سلام آپؐ کی خدمت میں پیش کیا جائے گا، آپؐ کی وفات کے بعد بھی۔ جناب رسالت مآبؐ نے منع فرمایا تھا کہ اس بات سے احتراز کریں کہ آپؐ کی لحد کو عبادت کی جگہ بنایا جائے۔ آپؐ نے ان اقوام پر لعنت فرمائی جنہوں نے اپنے پیغمبروں اور اولیاء کی قبور کو عبادت کی جگہ بنایا، بے شک یہ بڑا گناہ ہے۔

اللہ تعالیٰ کا حکم جناب رسول اللہؐ پر صلوٰۃ بھیجنے کا اور سلام بھیجنے کا سورۃ احزاب (۳۳) کی آیت (۵۶) میں نازل ہوا۔ جس میں فرمایا گیا ہے کہ:

"اللہ بھیجتا ہے اپنی صلوٰۃ (یعنی رحمتیں، برکتیں، عزت، بفضل و کرم) اپنے پیغمبر محمدؐ پر اور اس کے فرشتے بھی (اللہ سے دعا کرتے ہیں آپؐ کی مغفرت کے لیے اور آپؐ پر برکتوں اور رحمتوں کے لیے)۔ تو اے ایمان والو! تم بھی اپنی طرف سے صلوٰۃ بھیجو (یعنی اللہ تعالیٰ سے دعا کرو کہ وہ اپنی رحمتیں اور برکتیں نازل فرمائے آپؐ پر) اور سلام بھیجو آپؐ پر جیسا کہ سلام بھیجتے ہیں"۔

(۳) جس سے اللہ کے رسولؐ نے محبت فرمائی ان کی صفات

جناب رسول اللہؐ کو اہل مدینہ سے خاص رغبت تھی یعنی مدینہ کے لوگوں سے، مدینہ میں اپنی مسجد سے، مدینہ شہر سے، مدینہ کے پہاڑ احد سے جہاں آپؐ کے پیارے شہداء احد اور خاص طور پر آپؐ کے چچا سید الشہداء سیف اللہ و اسداللہ جناب حمزہ بن عبدالمطلبؓ مدفون تھے، ان سے آپؐ کو بے حد محبت تھی۔ ان کے علاوہ بھی چند اور شخصیات جو آپؐ کو محبوب تھیں اور اس میں کوئی شک نہیں کہ آپؐ کو سب سے زیادہ محبوب ذات تو باری تعالیٰ ہی کی تھی۔ اب آپؐ کی محبوب شخصیات اور چیزوں کے متعلق مختصر ذکر کرنا مناسب ہوگا۔

(الف) مدینہ اور اس کے مکینوں سے محبت:

i) جناب رسول اللہؐ نے اہل مدینہ سے اچھی امیدیں وابستہ کی ہوئی تھیں جس کے لیے انہوں نے اپنے آپ کو اہل بھی ثابت کیا اور اس پر اللہ تعالیٰ نے ان سے اچھے وعدے بھی فرمائے اور یہی وجہ ہے کہ آپؐ ان کو پسند فرماتے تھے۔ دوسری وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ اہل مدینہ نے آپؐ سے اس وقت جب اہل قریش آپؐ کی جان کے

دشمن بنے ہوئے تھے، یہ وعدہ کیا تھا کہ وہ آپؐ کی حفاظت اس طرح کریں گے جس طرح سے وہ اپنے بچوں اور عورتوں کی کرتے ہیں۔ انہوں نے اپنا وعدہ وفا بھی کیا اور اس امر کے لیے اگر صرف ایک مثال ہی پیش کرنے کو کہا جائے تو جناب ابو دجانہؓ کی بے مثال محبت، قربانی اور جانثاری کی مثال تاریخ میں نہ ملتی ہے اور نہ ملے گی کہ انہوں نے اپنے جسم کو ڈھال بنا کر جناب رسالت مآبؐ کی طرف آنے والے تیروں کو اپنے جسم پر روک لیا (سبحان اللہ)

اس سلسلے میں قرآن حکیم کی سورۃ توبہ (۹) کی آیت (۱۰۰) میں فرمایا گیا ہے کہ:

"اور جو مہاجرین اور انصار میں سے ایمان میں سبقت لے جانے والے ہیں اور وہ بھی جنہوں نے ان کی پیروی کی ایمان میں تو اللہ ان سے راضی ہو گیا اور وہ بھی اللہ سے راضی ہو گئے۔ اللہ نے ان کے لیے وعدہ کر رکھا ہے باغوں کا جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہوں گی (جنت میں) اور وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے اور یہ ان کے لیے بڑی کامیابی ہے"۔

ii) امام ابو جعفر بن جریر طبریؒ نے جابر بن عبداللہؓ کی ایک روایت نقل کی ہے کہ جناب رسولؐ اللہ نے فرمایا کہ "ابراہیمؑ نے اللہ کے گھر (کعبہ) کو محترم بنایا اور اس کی جگہ اور میں نے بنایا محترم اور اس کی جگہ مدینہ میں جو کچھ بھی ہے دو پہاڑوں کے درمیان۔ اس لیے یہاں شکار کرنا اور درختوں کو کاٹنا ممنوع ہے (جیسا کہ مکہ کی حدود میں ہے) نسائی اور مسلم نے بھی یہی لکھا ہے۔

iii) امام بخاریؒ نے انس بن مالکؓ سے روایت کی ہے کہ فرمایا جناب رسولؐ اللہ نے کہ: "ایمان کی نشانی ہے کہ انصار سے محبت کی جائے اور منافق کی نشانی ہے کہ وہ انصار سے نفرت کرے"۔

iv) امام بخاریؒ نے ابو ہریرہؓ سے روایت کیا ہے کہ اگر میں مدینہ میں ایک ہرن چرتا ہوا دیکھوں تو میں اس کا پیچھا نہیں کروں گا کیونکہ اللہ کے رسولؐ نے فرمایا کہ "مدینہ ایک حرم ہے دو پہاڑوں کے درمیان"۔

v) جناب رسالت مآبؐ کی ایک بہت مشہور حدیث ہے کہ جب آپؐ نے احد پہاڑ کو دیکھا، جبکہ آپؐ تبوک سے واپس تشریف لا رہے تھے تو آپؐ نے فرمایا تھا کہ "کہ ہم اسے پسند کرتے ہیں اور یہ ہمیں چاہتا ہے"۔

(ب) مسجد نبویؐ:

i) امام مسلمؒ نے لکھا ہے کہ جناب رسولؐ اللہ نے فرمایا کہ "میری مسجد میں ایک صلوٰۃ بہتر ہے ایک ہزار صلوٰۃ سے کسی بھی دوسری مسجد میں سوائے مسجد الحرام کے"۔

ii) امام احمدؒ، ترمذیؒ، اور طبرانیؒ نے جناب رسالت مآبؐ کی یہ حدیث نقل کی ہے کہ "جو کوئی بھی میری مسجد میں لگاتار چالیس صلوٰۃ ادا کرے تو وہ آپؐ کی طرف سے لکھوا لے کہ وہ منافقت سے بچا رہے گا"۔

iii) بخاریؒ نے ابو ہریرہؓ کی روایت نقل کی ہے کہ جناب رسولؐ اللہ نے فرمایا کہ "میرے گھر اور میرے منبر کے درمیان جنت کا ایک باغ ہے اور میرا منبر میرے حوض (کوثر) پر ہے"۔
اس کا مطلب یہ ہوا کہ جناب رسالت مآبؐ کے منبر کی جگہ اتنی مبارک اور متبرک ہے کہ وہ مرتبے کے اعتبار سے جنت کے حوض کوثر جیسی ہے اور رسالت مآبؐ کے گھر اور منبر کے درمیان والی جگہ ایسی ہی ہے جیسا کہ جنت کا حصہ۔

iv) امام ابن تیمیہؒ نے جناب رسولؐ اللہ کے فرمان کے تحت فرمایا کہ کوئی بھی سفر کسی عبادت یا ثواب کے لیے نہیں کرنا چاہیے سوائے تین جگہوں کے یعنی (۱) مسجد الحرام (۲) مسجد نبوی اور (۳) مسجد اقصیٰ۔

(ج) ام المومنین سیدہ عائشہ و خدیجۃ الکبریٰ اور سیدہ فاطمہ:

۱) بخاریؒ نے ابو سلمہؓ کی روایت نقل کی ہے کہ ام المومنین سیدہ عائشہؓ نے فرمایا کہ:
ایک دفعہ اللہ کے رسول نے (مجھے) کہا اے عائشہ! یہ جبرائیل ہیں اور تمہیں سلام کہہ رہے ہیں۔ میں نے کہا "سلامتی اور اللہ کی رحمتیں اور برکتیں ہوں اُن پر۔ جو آپؐ دیکھ رہے ہیں میں نہیں دیکھتی"۔

۲) امام ابن کثیرؒ نے ابن مردویہ کے حوالے سے لکھا کہ امام احمدؒ، امام بخاریؒ، امام مسلمؒ، امام ترمذی اور امام نسائی نے نقل کیا ہے کہ جناب رسالت مآب نے فرمایا کہ: "مریم بنت عمران اور خدیجہ بنت خویلد اپنے وقت کی بہترین خواتین ہیں"۔
آپؐ نے یہ بھی فرمایا کہ: "بہت سارے مرد گزرے ہیں کمال کے ساتھ، لیکن عورتوں میں صرف تین ہیں (۱) صدیقہ مریم (۲) آسیہ زوجہ فرعون اور خدیجہ بنت خویلدؓ۔ ان میں

سے ہر ایک نے اپنے وقتوں کے پیغمبر کی دیکھ بھال کی ہے۔ سیدہ آسیہؑ نے جناب موسیٰ کی سیدہ مریمؑ نے عیسیٰؑ کی جبکہ سیدہ خدیجہ نے جناب رسالت مآب کے حوالے اپنی ذات کر دی اور اپنی تمام دولت آپؐ کے لیے وقف کر دی''۔ اس کے علاوہ سیدہ خدیجہ نے آپؐ کی نبوت کو اس وقت ہی تسلیم کر لیا تھا، جبکہ آپؐ نے اس کا اعلان بھی نہیں کیا تھا۔

۳) امام بخاریؒ نے مسوار بن مخرمہ سے روایت کیا ہے کہ جناب رسول اللہؐ نے فرمایا کہ "فاطمہ میرا حصہ ہے، جس نے اُسے ناراض کیا اس نے مجھے ناراض کیا''۔

(د) جناب رسول اللہ کے قریب ترین ساتھی:

۱) ترمذیؒ نے جناب رسول اللہؐ کا قول نقل کیا ہے کہ آپؐ نے ابو بکرؓ سے فرمایا کہ:
"تم میرے ساتھی ہو حوضِ کوثر کے اور میرے ساتھی غار کے (غارِ ثور کے)''

۲) بزارؒ نے جناب عبداللہ بن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ جناب رسول اللہؐ نے فرمایا،
"ابو بکرؓ سے زیادہ مجھ پر کسی کا احسان نہیں، انہوں نے اپنی ذات سے میری مدد کی اور اپنی دولت سے اور انہوں نے اپنی بیٹی کا نکاح مجھ سے کیا''۔

۳) ترمذیؒ نے جناب رسول اللہؐ کا قول نقل کیا ہے کہ:
"جس کسی نے بھی دیکھنا ہو ایسے شخص کو، جسے دوزخ کی آگ سے رخصت مل چکی ہو تو پھر اسے چاہیے کہ وہ ابو بکرؓ کو دیکھ لے''۔

۴) ترمذیؒ نے ابن عباسؓ کی روایت نقل کی ہے کہ جناب رسول اللہؐ نے فرمایا کہ:
"ابو بکرؓ اور عمرؓ میرے لیے بالکل ایسے ہی ہیں جیسے میری سماعت اور میری بصارت کا درجہ میرے سر کے لیے ہے''۔

۵) ابن عساکرؒ اور الحاکمؒ نے جناب رسول اللہؐ کا قول نقل کیا ہے کہ:
"ہر نبی کے دو وزیر ہوتے ہیں جنت کے رہنے والوں میں سے اور دو زمین کے رہنے والوں میں سے۔ میرے دو وزیر جنت کے رہنے والوں میں سے ہیں۔ جبرائیلؑ و میکائیلؑ اور زمین کے رہنے والوں میں سے ہیں، ابو بکرؓ اور عمرؓ۔

۶) ترمذیؒ نے جناب رسول اللہؐ کا ایک قول نقل کیا ہے کہ:
"بے شک اللہ تعالیٰ نے عمرؓ کی زبان اور دل پر سچائی رکھ دی ہے''۔

باب ششم

(۱) رسول اللہ پر اللہ کی برکتیں و رحمتیں:

اللہ تعالیٰ نے سورہ احزاب (۳۳) آیت (۵۶) میں اس بات کا اعتراف کیا ہے کہ وہ اپنی برکتیں رحمتیں فضل و کرم عزت و رحم فرماتا ہے اپنے نبیؐ پر۔ اور اس کے فرشتے (بھی) اللہ سے یہی دعا کرتے ہیں یعنی اللہ سے جناب رسول اللہ کے لیے اس (اللہ) کی رحمت اور فضل و کرم کی درخواست کرتے ہیں۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے ہر ایمان والے پر بھی لازم کر دیا ہے کہ وہ بھی ایسی ہی دعا اپنے نبیؐ کے لیے اللہ سے کرتے رہیں۔ اور اس کے علاوہ ان نبیؐ پر سلام بھی بھیجا کریں۔ جب اللہ تعالیٰ نے اپنے نبیؐ پر اتنا فضل و کرم فرما دیا تو پھر آپؐ سے پوچھا سورۃ الشرح (۹۴) آیت (۴) میں کہ:
"کیا ہم نے بلند نہیں کیا آپؐ کا ذکر؟''

(۲) جناب رسول اللہؐ کی مکمل پیروی کا حکم:

اللہ تعالیٰ کے بہت سے احکام ہیں جن میں حکم دیا گیا ہے کہ امت کا ہر فرد آپؐ کے فرمان کی تکمیل کرے۔ کیونکہ رسولؐ صرف وہی حکم اپنی امت کو دیتے ہیں جو اللہ کی طرف سے ہوتا ہے۔ اس لیے جناب رسول اللہ کی اتباع، اللہ تعالیٰ کی ہی اتباع ہوتی ہے اور اسی طرح جناب رسول اللہؐ کے حکم کی خلاف ورزی بھی اللہ کے حکم کی خلاف ورزی ہوتی ہے۔ اس سلسلے میں درج ذیل آیات قرآنی پیش کی جا رہی ہیں۔

i) سورۃ آلِ عمران (۳) آیت (۳۱) میں فرمایا گیا ہے کہ:
"کہو (اے محمدؐ)! کہ اگر تم اللہ تعالیٰ سے واقعی ہی محبت کرتے ہو تو میری اتباع کرو۔ اللہ تم سے محبت کرنے لگے گا اور تمہارے گناہ معاف فرمادے گا۔ بے شک اللہ بہت معاف کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے''۔

ii) سورۃ آلِ عمران (۳) آیت (۳۲) میں فرمایا گیا ہے کہ:
"کہو (اے محمدؐ)! اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرو اور رسولؐ کی۔ اور پھر جو کوئی پھر جائے تو

اللہ کافروں کو پسند نہیں کرتا''۔

iii) سورۃ النساء (۴) آیت (۸۰) میں فرمایا گیا ہے کہ:

''جس شخص نے رسولؐ کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی اور پھر جو کوئی اس سے پھر جائے تو ہم نے آپؐ کو ان کا نگران بنا کر نہیں بھیجا''۔

iv) سورۃ انعام (۶) آیت (۳۳) میں فرمایا گیا ہے کہ:

''بے شک ہم جانتے ہیں اس رنج کو جو آپؐ کو ان کے الفاظ سے پہنچتا ہے۔ (اے محمدؐ) یہ لوگ آپؐ کو نہیں جھٹلا رہے، بلکہ یہ ظالم تو اللہ تعالیٰ کی آیات کو جھٹلا رہے ہیں۔

v) سورۃ اعراف (۷) آیت (۱۵۷) میں فرمایا ہے کہ:

''جو لوگ اتباع کرتے ہیں اُس رسولؐ کی جو نہ پڑھ سکتے ہیں نہ لکھ سکتے ہیں اور جن کے متعلق وہ لکھا ہوا پاتے ہیں اپنے پاس توریت میں (Deut,xviii,15) اور انجیل میں (John,xiv,16) وہ حکم دیتا ہے ان کو اچھے کاموں کا اور منع کرتا ہے برے کاموں سے اور وہ اجازت دیتا ہے انہیں حلال کی اور منع کرتا ہے انہیں حرام سے۔ وہ انہیں نجات دلاتا ہے اس بوجھ سے اور اس طوق سے جو انہیں جکڑے ہوئے تھے۔ پس جو لوگ اس پر (محمدؐ) ایمان لاتے ہیں اس کی عزت واحترام کرتے ہیں اس کی مدد کرتے ہیں اور اتباع کرتے ہیں نور کی (قرآن کی) جو ان کے پاس بھیجا گیا ہے، یہ وہ ہیں جو کامیابیوں سے ہمکنار ہوں گے''۔

vi) سورۃ نور (۲۴) آیت (۵۶) میں حکم ہے کہ:

''قائم کرو صلوٰۃ اور ادا کرو زکوٰۃ، اور اطاعت کرو رسولؐ کی تاکہ تم پر رحم کیا جائے''۔

vii) سورہ احزاب (۳۳) آیت (۲۱) میں فرمایا ہے کہ:

''بے شک رسولؐ اللہ میں موجود ہے، ایک عمدہ مثال اور نمونہ اتباع کرنے کے لیے اس شخص کے لیے جو امید رکھتا ہو اللہ کے پاس حاضر ہونے کی اور امید رکھتا ہو قیامت والے دن کی اور اللہ کی یاد میں زیادہ تر مصروف رہتا ہو''۔

viii) سورۃ احزاب (۳۳) آیت (۳۶) میں حکم ہوتا ہے کہ:

''یہ کسی ایمان والے مرد یا عورت کے لیے جائز نہیں، کہ جب اللہ اور اس کے رسولؐ کسی معاملے کے متعلق کوئی فیصلہ کر دیں تو وہ اس کے متعلق کوئی رائے زنی کریں اور پھر جو کوئی بھی نافرمانی کرے اللہ اور اس کے رسولؐ کی تو بے شک وہ کھلی گمراہی میں پڑ گیا''۔

ix) سورۃ احزاب (۳۳) آیت (۶۶) میں فرمایا گیا ہے کہ:

''جس روز ان کے چہرے دوزخ میں الٹ پلٹ کیے جائیں گے، وہ کہیں گے: کاش! ہم نے اللہ اور اس کے رسولؐ کی اطاعت کی ہوتی''۔

x) سورۃ محمد (۴۷) آیت (۳۳) میں فرمایا گیا ہے کہ:

''اے ایمان والو! اطاعت کرو اللہ کی اور اس کے رسولؐ کی اور اپنے اعمال کو غارت نہ کرو (نافرمانی کر کے)''۔